

حکیم الامت
مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

از قلم

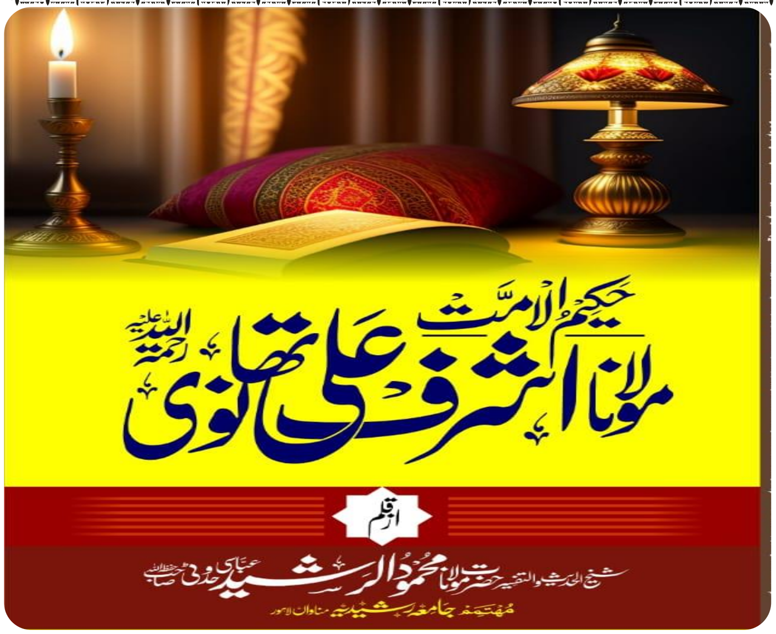
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمود الرشید حدوٹی عباسی صاحب حفظہ اللہ

مہتمم جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور

ادارہ آبِ حیات ٹرسٹ®

عارفی محلہ اندرون باغ والی پلی
جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ
0300-9458876

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ   از قلم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمود الرشید عباسی حدوٹی حفظہ اللہ



1

جامعہ رشیدیہ
0300-9458876
غوث گارڈن 2 جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

فہرست مضامین

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ

گزشتہ ایام میں ایک بے محابا زبان دراز خطیب نے اپنی خطیبانہ چالاکیوں اور لفاظی کے زور پر سامعین کے دل بہلانے کی سعیٔ لاحاصل میں وہ جسارت کی، جس سے کان کے پردے لرز گئے اور دل کے نہاں خانوں میں آگ سی دہکنے لگی، اس نے اس مردِ ربانی، عارفِ صمدانی، شارحِ قرآن، مفسرِ فرقان، شارحِ مثنویِ روم، مصنفِ کتبِ کثیرہ، ہادیٔ قلوبِ امّت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ العزیز کی توہین و تضحیک کی جسارت کی—نعوذ باللہ!

یہ کہاں کی شرافت ہے؟ کہاں کی دیانت ہے؟ کہاں کا تقویٰ ہے؟ أَلَا لَعۡنَةُ اللّٰہِ عَلَى الظّٰلِمِیۡنَ، ہمیں وہ لمحہ تلوار کی دھار سے بھی تیز لگا، سو اسی وقت فیصلہ کیا کہ "آبِ حیات" کی یہ اشاعت حق گوئی اور دفاعِ اولیاء کے عنوان سے معنون کی جائے، تاکہ آنے والی نسلوں کے لیے یہ ریکارڈ رہے کہ جب ایک زبان دراز نے دریدہ دہنی کی تو اہلِ علم نے خاموشی اختیار نہ کی بلکہ قلم کو تلوار بنا کر حق کا پرچم بلند کیا۔

حضرتِ تھانوی رحمہ اللہ کے مناقب کا بیان کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، مگر ان کی توہین سن کر ضبط کرنا گویا ناممکن، علامہ اقبال نے کہا تھا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اور وہ دیدہ ور، وہ مربیٔ قلوب، وہ مصلحِ ملت اگر کوئی ہے تو بلاشبہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ ہیں۔ فارسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

آن کس کہ بہ جز خُدا نبیند
در علم و کمال کس نبیند

جو شخص خدا کے سوا کچھ نہ دیکھے، وہی دوسروں میں کمال پہچان سکتا ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ مذکورہ خطیب کو نہ علم کا شعور ہے نہ بزرگانِ دین کا ادب، وہی بات صادق آتی ہے کہ:

خُود نہ کرد و خُدا را بَندہ کرد
خاک بر سر کہ بہ زَبان اَفسُرَد

یعنی خود کچھ نہ کیا اور اللہ کے بندے پر کیچڑ اچھالا، افسوس کہ ایسی زباں آگ کے دہکتے کوئلوں سے بھی بدتر ہے۔

ہم اعلان کرتے ہیں کہ "آبِ حیات" کی یہ اشاعت محض "سوانح" نہیں، بلکہ دفاعِ حکیم الامت کا پرچم ہے، اس اشاعت میں وہ مضامین بھی شامل ہیں جو مارچ ۲۰۲۰ء میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں، باذوق قارئین کی نذر ہو چکے ہیں لیکن اب انہیں یہاں "قندِ مکرر" کے طور پر سپرد قارئین کیا جارہا ہے اور وہ مضامین بھی پیش خدمت ہیں جو اس تازہ گستاخی کے جواب میں مرتب کیے گئے، الغرض یہ شمارہ صدائے حق ہے اور آئندہ نسلوں کے لیے پیغام، حکیم الامت زندہ است تا قیامِ قیامت۔

تھانوی کی شان پوچھ نہ، الفت کی جان پوچھ نہ
وہ شمع ہے کہ جس سے جلا ہر مکان پوچھ نہ

میں ان صدماتی لمحات میں اس خطیب زبان دراز کو کیا کہہ سکتا ہوں، اے وہ ناداں خطیب! جس کی زبان سے خوشبو کے بجائے تعفن اُٹھتا ہے اور جس کے لفظ موتی نہیں بلکہ کنکر اور ریگِ بیاباں معلوم ہوتے ہیں، سن! تو نے اپنے خطبے میں اپنی

جہالت کا ڈھول پیٹا اور سمجھا کہ تُو نے آسمان کو اپنی آواز سے لرزا دیا، حقیقت یہ ہے کہ تیری صدا اغارِ گونج کی مانند ہے، جو اپنے ہی شور میں گھٹ کر مر جاتی ہے، وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا، اہلِ حق نے ہمیشہ جاہلوں کو سکوت سے جواب دیا، مگر جہاں حق کی توقیر پر حملہ ہو، وہاں سکوت بزدلی ہے اور جواب دینا عین عبادت۔

میں اس ہرزہ سرا خطیب سے کہوں گا کہ اے زبان دراز! تجھے کیا معلوم کہ جن بزرگ کی شان میں تُو نے گستاخی کی، وہ امت کی نبض پر ہاتھ رکھنے والے حکیم الامت ہیں، جن کی تصانیف بحرِ بیکراں کی مانند ہیں، تیرے خطبے کی گرد بھی ان کے قلم کی روشنائی تک نہیں پہنچ سکتی۔ فارسی شاعر نے کہا تھا:

گرچہ سگاں بر ماہ بدر بانگ زنند،
ماہ زبامِ فلک نیفتد

اگر کتّے چاند پر بھونکیں بھی تو کیا؟ چاند فلک سے نہیں گرتا۔
تیری ہرزہ سرائی اُس کتّے کی مانند ہے، جو اپنی بھونک کو دھاڑ سمجھتا ہے۔

جھوٹے خطیب کی باتوں پہ نہ جا اے دوست
یہ چراغ ہوا سے بجھتا ہے، حقیقت سے نہیں

یاد رکھ! علماءِ سوء کی مجلسیں وقتی ہنگامہ تو پیدا کر سکتی ہیں، مگر تاریخ کے اوراق پر وہ سیاہ داغ بن کر محفوظ رہتی ہیں، جبکہ اہلِ حق کے اقوال نور بن کر دلوں کو روشن کرتے ہیں، لہٰذا، اے ہرزہ سرا! اپنی زبان کو لگام دے اور جان لے کہ تھانوی کی عظمت کا سورج تیرے جملوں کے بادلوں سے کبھی نہ چھپ سکے گا۔

اے بدزبان واعظ! تیرا وعظ نہیں، واعظ کا جنازہ تھا، تو نے خطیبوں کی صف میں کھڑے ہو کر دراصل واعظ کے منصب کی لاج نہ رکھی۔

یاد رکھ! تھانوی وہ چراغ ہیں جن کی روشنی سے دلوں کے اندھیرے چھٹے، تُو اپنی تھوکی ہوئی باتیں چاٹ، لیکن ان کی عظمت کا سورج تیرے جملوں کی غبار سے کبھی نہ چھپے گا، أَفَلَا يَعْقِلُونَ؟

ہرزہ گو خطیب کا انجام دیکھ لے
؎ نام تھانوی کا ہے قیامت تک لکھا

خطیب نے اپنی خطابت کی جولانیاں دکھاتے ہوئے آداب منبر و محراب کو پس پشت ڈال دیا، یہ وطیرہ شاید ہر عہد و عصر کے برے خطیبوں کا رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا کیونکہ یہ علماء سو، یہ بدزبان خطیب، یہ بے لگام مقررین ایسے ہیں جنہیں اپنی خطابت کی دستار و کلاہ کو سب سے بلند رکھنے کے لیے ایسی بوسیدگی و تعفن کی ضرورت ہے جس سے ان کے دال دلیے کا انتظام و انصرام ہو سکے۔

علماء سوء وہ اندھیری رات کے جگنو ہیں، جو لمحہ بھر کو چمکتے ہیں مگر مسافر کو کبھی راستہ نہیں دکھا سکتے، اے خطیبِ بدزبان! تُو نے سمجھا کہ اپنے شور سے امت کو بہکا دے گا؟ جان لے کہ: وَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً، وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ، یعنی جھاگ اڑ جاتا ہے اور پانی باقی رہتا ہے، تُو جھاگ ہے، تھانوی آبِ حیات ہیں۔ وا ہ واعظا! تیری زبان سے ناپاک الفاظ کا بہاؤ گویا نالی کا گندہ پانی ہے، یاد رکھ! تھانوی رحمہ اللہ کی مثنوی کی شرحیں کل بھی پڑھائی جاتی تھیں، آج بھی پڑھائی جا رہی ہیں اور کل بھی پڑھائی جائیں گی، تیرا نام تیرے خطبے کی مانند چند دن کی کھنک ہے، پھر صفحۂ تاریخ سے محو ہو جائے گا۔

جو تھانوی پہ کیچڑ اچھالتا ہے آج
وہ خود مٹ جائے گا، نام رہے گا تھانوی کا

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

اے شیطان صفت خطیب! تُو نے اپنے خطبے کو مجلسِ ذکر نہیں بلکہ مجلسِ غیبت بنا دیا۔ اور یہ جان لے کہ جو اہلِ اللہ کی توہین کرے وہ خود اپنی قبر کو جہنم کا گڑھا بنا لیتا ہے۔ فارسی میں کہا گیا ہے

ہر کہ بر مؤمن تَف انداز د

آن تَف بر رُخِ خویش انداز د

جو مؤمن پر تھوکے گا، وہ تھوک اس کے اپنے چہرے پر لوٹ آئے گا۔

ہم نے اس بدزبان خطیب اور شاتم العلماء کی اس لایعنی حرکت پر افسوس کیا اور ہمیشہ ایسوں ویسوں پر اظہار افسوس ہی کرنا چاہیے، جو آؤ دیکھتے ہیں نہ تاؤ، جو منہ میں آتا ہے اسے پھینک دیتے ہیں، ہم اس موقع پر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی شان میں کچھ مدحیہ کلام بھی عرض کرنا چاہتے ہیں

اے ماہِ ہدایت! اے شمسِ ولایت! اے شارحِ قرآن، اے شارحِ مثنویِ جاناں! تُو نے اپنی قلمی روشنی سے وہ چراغ جلایا کہ عقلیں منور ہوئیں، دل زندہ ہوئے، اور امت کی بگڑی ہوئی کشتیاں پار لگ گئیں۔

تھانوی کہ در دلِ امت چراغ ہدایت است

کلام او سراپا نصیحت و مروّت است

اے حکیم الامت جو آپ کے بارے میں بدگوئی کرتا ہے وہ دراصل اپنے مقدر پر ماتم کرتا ہے، آپ کی شخصیت کو ہدف دشنام بنانے والے وہ سگان ہیں جو چاند پر اچھل اچھل کر بھونکتے ہیں، بھلا چاند پر بھونکنے سے چاند کا کیا نقصان ہے؟ کیا ان کی بھونک سے چاند آسمان سے زمین پر اتر آئے گا؟ ہم آپ کے دفاع کے لیے ان بھونکیوں کی راہ میں ایستادہ ہیں، یہ لوگ آپ کے مقام و مرتبہ سے بے خبر ہیں، انہیں کیا معلوم کہ آپ وہ ہیں جس کی ایک ایک تصنیف، علم کا بحرِ ذخّار ہے،

جس کے ایک ایک ملفوظ میں دین کی حلاوت چھلکتی ہے، آپ کی شان یہ کیا جانیں

رحمۃ للعالمین کے وارث تھے،

ربّ العالمین کے عارف تھے۔

کتابیں تیری ہیں گویا نور کی کرنیں

جو پھیلی ہیں، بکھری ہیں، اور ہر دل پہ اتری ہیں

میں آخر میں اس بے لگام خطیب سے کہوں گا کہ اے ہرزہ گو خطیب! سن لے تھانوی کی شان کم نہ ہوگی، تیرا نام تاریخ کے اندھیروں میں کھو جائے گا، تو قطرہ آب کی طرح سمندر کی تہہ میں اتر جائے گا مگر حکیم الامت وہ چراغ ہے جس کی روشنی پھیلتی ہی رہے گی، اس کا کتابی سرمایہ ایسا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا، وہ حکمت وبصیرت سے امت کی کشتی کو ساحل مراد پر پہنچانے کے جتن کرتے رہے، وہ مصلح امت تھے، وہ چراغ فروزاں کرتے رہے، تو شر کے شعلے بھڑکاتا رہا، وہ دعائیں دیتے رہے تو یاوہ گوئیاں کرتا رہا، وہ امت کے بیماروں کے لیے شفاء ڈھونڈتا رہا، تو امت کے بیماروں کے جذبات سے کھیلتا رہا، وہ ظلمت شب میں شمعیں جلاتا رہا تو ظلمات فوق ظلمات کا پیغام سناتا رہا، وہ جہالت کی دبیز چادریں تار تار کرتا رہا تو جہالت وغباوت کے بیج بوتا رہا، وہ اصلاح باطن کے لیے خانقاہیں سجاتا رہا، تو کوچہ وبازار کو جہالت وغباوت سے بھڑکاتا رہا،

مردے کہ زحق خبر ندارد، مردہ است

آن کس کہ بزادہ است وندانست، مردہ است

وہ شخص جو حق تعالیٰ کی خبر نہیں رکھتا، وہ مردہ ہے اور جو پیدا تو ہوا مگر معرفتِ حق حاصل نہ کرسکا، وہ بھی مردہ ہے۔ اس لیے مجھے کہنے دیجیے کہ اے بدزبان خطیب! تُو دراصل زندہ مردہ ہے، اور تھانوی کا فیضان قیامت تک زندہ رہے گا، وہ امر ہوگیا۔

حضرتِ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی ذات گرامی دراصل ایک آفتابِ درخشاں تھی، جس کی ضیاؤں نے برصغیر کے علمی و روحانی افق کو منور کیا، وہ نہ صرف زہد و تقویٰ کی چلتی پھرتی تفسیر تھے بلکہ علومِ ظاہری و باطنی کے بحرِ بے کراں بھی، ان کی تحریروں میں وہی حلاوت اور وہی اثر ہے جو لکھنؤ کی گلکاری اور دہلی کی بلاغت میں جھلکتا ہے، ان کے مواعظ میں جلال بھی تھا اور جمال بھی، نصیحت میں شوخیِ بیان بھی تھی اور حکمت کی گہرائی بھی، گویا وہ ایک مردِ کامل تھے، جن کی شخصیت نے اصلاح و تربیت کے آسمان پر ایک ایسا چراغ روشن کیا جو رہتی دنیا تک طالبانِ حق کو راہ دکھاتا رہے گا۔

مجھے کہنے دیجیے کہ حضرتِ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی وہ آفتابِ فضل و کمال ہیں، جن کی شعاعوں نے دلوں کی ظلمت کدوں کو نورِ ہدایت سے معمور کیا۔ ان کی ذاتِ اقدس گویا یکجا آئینہ دارِ زہد و تقویٰ، جامعِ علومِ معقول و منقول، اور مجسمۂ حکمت و موعظت تھی۔ تحریر میں شیرینی و حلاوت ایسی کہ گویا گلاب کے عرق میں ڈوبی ہوئی، اور وعظ و نصیحت میں وہ تاثیر کہ گویا قندِ مصفّٰی میں آتشِ سلیمانی بھری ہوئی۔

ان کی شخصیت ایسی مرقّعِ جلال و جمال تھی کہ جہاں جلوہ ہو وہاں دل خود بخود مسخر، اور جہاں کلام ہو وہاں روح خود بخود منور۔ بلاشبہ وہ مینائے عرفان کے ساقی اور گلزارِ ولایت کے عندلیب تھے۔ اہلِ دل کے لیے وہ ایک کارواں سالار اور اہلِ علم کے لیے گویا دریائے رواں تھے۔ ان کی زندگی ایک چراغ تھی جو رہتی دنیا تک صراطِ مستقیم کے راہیوں کے لیے مشعلِ راہ بنی رہے گی۔

خادم اسلام،
محمود الرشید عباسی حدوٹی

۱۷ ستمبر ۲۰۲۵ء بروز بدھ بوقت بعد نماز فجر

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

حَکِیْمُ الاُمَّتْ

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

اور اصلاح امت

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے علمی فیضان امت مسلمہ تک پہنچانے کے لیے شبانہ روز جدوجہد کی، قرآن کریم کی تفسیر بیان القرآن لکھی، بیان القرآن میں احادیث نبوی کا ایک بہترین ذخیرہ پیش فرمایا، قرآنی آیات کے ذیل میں بے شماروہ مسائل حل فرمائے جن کی امت کے لوگوں کو اشد ضرورت تھی، پھر امت کی روحانی تعلیم وتربیت اور تزکیہ نفس کے لیے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی بکھری تحریریں بہت بہترین علمی ذخیرہ ہے، تصوف وسلوک کے مسائل حل فرمائے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اخلاص، تقویٰ، طہارت اور للّٰہیت کی برکت تھی کہ ان کی محفل و مجلس میں قدردانوں کی بہتات تھی، اس دور میں جب کہ سہولیات کا فقدان تھا، وسائل کی عدم دستیابی تھی، ایسے میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ کو حیطہ تحریر میں لانا، انہیں منضبط کرنا، انہیں قلمبند کرنا بڑا دشوار گزار عمل تھا مگر قدردانوں نے یہ مشکل گزار گھاٹیاں عبور کرتے ہوئے بہترین علمی ذخیرہ امت کی آغوش میں منتقل کیا۔

یوں تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی جس کتاب کو اٹھائیں اس کی سطر سطر، حرف حرف سے علمی خوشبو کی مہک آتی ہے، ان کے جس وعظ کو پڑھا جائے، جس بیان کو سنا جائے تو بہت ہی فائدہ ہوتا ہے، خصوصاً ''بہشتی زیور'' نامی کتاب جو حضرت تھانوی نے مستورات کی اصلاح وتربیت کے لیے لکھی تھی بہت ہی کارآمد ہے۔

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

اہل علم و عرفان نے بعد ازاں ''بہشتی زیور'' کو ایسے اسلوب میں پیش کیا جس سے مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے مفید بنایا، تانیث کے صیغہ جات کو تذکیر کے صیغہ جات میں تبدیل کیا، تا کہ یہ عظیم الشان علمی ذخیرہ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی دینی ضرورت کو پورا کیا جائے، ''بہشتی زیور ''میں تمامی فقہی ابواب کا احاطہ کیا گیا ہے۔

میں حیران ہوتا ہوں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ جیسے نبض شناس امت نے کس طرح راہبری وراہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے، اس کی ایک جھلک ''بہشتی زیور'' کی سطر سطر میں دکھائی دیتی ہے، کتابت کا طریقہ سکھایا، مستورات کو کھانے پکانے کا ہنر سکھایا، خواتین کو اپنے گھر کی چار دیواری کے اندر علاج معالجہ کے گر اور طریقے بتائے، انہیں سلائی کڑھائی کے طریقے سکھائے تا کہ یہ بے ہنر نہ رہ جائیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کو اصلاح امت کی فکر ہمہ وقت دامن گیر تھی، انہوں نے مردوں کی تعلیم و تربیت، اصلاح اور تہذیب کے لیے اپنے گراں قدر علمی خطبات، مواعظ اور بیانات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے، یہ بات ان کے پند و نصائح میں جابجا دکھائی دیتی ہے۔

''بہشتی زیور'' اصلاح خواتین کے لیے انتہائی خوبصورت اقدام تھا، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تیاری میں کئی سال صرف کیے، اس کتاب کی تیاری میں انہوں نے قرآن کریم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر ناپیدا کنار کی شناوری کی، بحر علم و عرفاں کی تہوں سے گوہر ہائے آبدار تلاش کر کے ایک خوبصورت مالا کی شکل میں پرو دیے۔

''بہشتی زیور'' میں خواتین اسلام کو جن جن مسائل کی از حد ضرورت پیش آتی ہے، جن کا تعلق ان کے دینی و دنیوی معاملات سے متعلق تھا وہ ساری باتیں حضرت

تھانوی رحمہ اللہ نے ''بہشتی زیور''میں یکجا کر دی ہیں، اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی پذیرائی اور قبولیت عطا فرمائی ہے، ہر عمر کی خواتین اس سے استفادہ کر سکتی ہیں، جب سے یہ کتاب حضرت رحمہ اللہ نے تحریر فرمائی تب سے تاہنوز لاکھوں کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر خاص وعام کے مطالعہ کی میز تک پہنچی ہیں، بے شمار لوگوں نے اس کتاب سے حظ وافر اٹھایا ہے، علماء نے اس کتاب سے فیض پایا، طلبائے علم نے فیض پایا، عامۃ الناس ،خواص غرضیکہ شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے تمامی لوگوں نے خوب خوب فائدہ اٹھایااور اس کتاب کا فیضان موسلا دھار بارش کی طرح جاری وساری ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنی حیات میں اس کتاب پر وقتاًفوقتاً اصلاح کرتے، ترامیم واضافے کرتے اور زیادہ سے زیادہ مفید بناتے تھے، ان کے سانحہ ارتحال پر ملال کے بعد بہت سے علماء کرام نے اقتضائے احوال کے مطابق بہشتی زیور پر کام کیااور خوب کام کیا، اردوزبان میں لکھی گئی اس کتاب پر علماء محققین نے تحقیقی حواشی لکھے، حاشیہ میں قرآنی آیات اور نبوی ارشادات کی روشنی میں مسائل کو مدلل کیا گیا، مسائل پرپیدا ہونے والے اشکالات کا تسلی بخش جواب دیا، معترضین کے اعتراضات کا تشفی بخش جواب دیا، مشککین کی تشکیک کے جالے کاٹ ڈالے۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ''بہشتی زیور'' کی اہمیت وضرورت میں مزید اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے، جدید حالات کے پیش نظر بہشتی زیور پر علماء کرام کام کرتے اور اسے مزید مفید بنانے کی کوشش کرتے ہیں،اسے نئے اسالیبِ بیان اور طرزِ نگارش سے مرصع کرتے اور جاذب دل ونگاہ بناتے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو اللہ نے یہ اعزاز عطا فرمایا ہے کہ قرونِ اُولیٰ کے بعد انہوں نے صنف نازک کو اپنے خطابات کا مخاطب بنایا، قرونِ اُولیٰ بلکہ خیر القرون

میں قرآن کریم کا نزول ہوتا تھا، نبی کریم ﷺ مستورات کو مخاطب فرماتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے بہت صدیوں بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو یہ اعزاز عطا فرمایا کہ انہوں نے اپنے خالق ومالک کی باتیں اور اپنے آقا ومولیٰ نبی کریم ﷺ کے نورانی ارشادات کا انہیں مخاطب بنایا اور انہیں بھرپور فیض پہنچایا۔

ماہ نامہ ''آب حیات'' لاہور گزشتہ دودہائیوں {اس وقت جب یہ مضمون دوبارہ زیور طباعت سے آراستہ کیا جارہا ہے ۲۰۲۵ء ہے گویا اب ''آب حیات'' کو ربع صدی میدان عمل میں گزر گئی ہے} سے اپنی تحریری کاوشیں جاری رکھے ہوئے ہے، اس میں جو کچھ چھپ رہا ہے، زیور طباعت سے آراستہ ہو کر امت مسلمہ تک پہنچ رہا ہے یہ سب قرآنی تعلیمات، نبوی فرمودات، ائمہ دین کی فقہی جانفشانیوں، اکابرین اُمت کی دینی خدمات وتحریرات، خصوصاً حکیم الامت والملت حضرت شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے افکار وخیالات کا عکس جمیل ہے، ان کی تحریروں میں موجود مواد انتہائی اخلاص اور اعتدال کا حامل ہے، ان کی لکھی ہوئی ایک ایک عبارت، ایک ایک جملہ، ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

ایک حادثہ: حضرت تھانوی کی مخلصانہ کاوشوں اور جانفشانیوں کی عطر بیزیاں ان کی تحریروں کی مہک سے محسوس کی جاسکتی ہیں، ہم مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے سالانہ اجتماع کے موقع ایک عظیم اور ضخیم خصوصی اشاعت پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے مگر اس دوران اللہ کی طرف سے ایک امتحان یہ پیش آگیا کہ ۱۷ فروری ۲۰۲۰ء کی سہ پہر کام کاج کے دوران میرے چھوٹے بھائی حاجی ہارون الرشید عباسی صاحب بلندی سے گرے، سر پر شدید چوٹ آئی، جس کے باعث میں ان کی تیمار داری میں اسلام آباد کے پمز ہسپتال میں ہوں، اس لیے مناسب اہتمام وانتظام نہ

کر سکا، مضامین کی نوک پلک سنوار نہ سکا، مزید مضامین نہ لکھ سکا، جو کچھ میرے پاس لائبریری میں دستیاب تھا اسے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں تاکہ کم از کم اس سالانہ اجتماع پر ماہ نامہ ''آب حیات'' کی متواضع اشاعت قارئین کی نذر کی جاسکے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ ہماری اس متواضع کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمارے لیے اسے صدقہ جاریہ بنائے۔آمین یارب العالمین بحرمۃ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم

خادم اسلام

محمود الرشید حدوٹی عباسی

۱۹ فروری ۲۰۲۰ء بروز بدھ، پونے پانچ بجے شام

حال وارد ابرار ہاؤس، سواں اسلام آباد

....

....

نوٹ: یہ مضمون ۱۹ فروری ۲۰۲۰ء کو اپنے عزیز محترم ابرار حسین عباسی صاحب کے دولت خانہ واقع سواں اسلام آباد میں اس وقت تحریر کیا گیا تھا جب کہ میرے چھوٹے بھائی ہارون الرشید ایک حادثے کا شکار ہو کر اسلام آباد کے پمز ہسپتال میں زیر علاج تھے، میں ان کی تیمارداری کے لیے ان کے پاس ہی تھا، آب حیات کی ماہوار اشاعت میں تسلسل بر قرار رہا، پندرہ دن زندگی و موت کی کشمکش کے بعد میرا بھائی اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

{حکیم الامت کی حیات و خدمات پر ایک عقیدت نامہ}

ہندوستان کی علمی و روحانی تاریخ میں بعض ایسے نفوسِ قدسیہ بھی گزرے ہیں جنہوں نے علم و عمل کی روشنی سے تاریک دلوں کو منور کیا، انہی میں سے ایک درخشندہ نام حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا ہے جنہیں حکیم الامت کا لقب ملا، وہ ایک ایسا چراغ تھے جس کی لو نے لاکھوں قلوب کو گرما دیا۔

بگذر از خود، تا خدا ابنی عیان

کس نبیند در دو آئینہ جہان

اپنے نفس سے گزر جا، تب تجھے اللہ کی حقیقت نظر آئے گی، ورنہ دو آئینوں میں ایک جہان کہاں دکھائی دیتا ہے۔

ابتدائی حالات اور تعلیم

۱۲۸۰ھ کی ساعتیں تھیں جب تھانہ بھون کی بستی میں یہ چراغ روشن ہوا، ذہانت و فطانت کی کرنیں بچپن ہی سے جھلکتی تھیں، دیوبند پہنچے تو وہاں علم کے آفتاب اور عرفان کے ماہتاب جلوہ گر تھے، انہی کی پرنور شعاعوں نے اس ننھے پودے کو تناور درخت بنادیا۔

اَلعِلمُ نُورٌ یَّقذِفُهُ اللّٰهُ فِی قَلبِ مَن یَّشَآءُ

علم ایک روشنی ہے جسے اللہ تعالیٰ جس دل میں چاہے ڈال دیتا ہے۔

کثرتِ تصنیف و تالیف

مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے قلم کا فیضان اتنا وافر تھا کہ ہر فن کو اپنی ضیاء نصیب ہوئی، تفسیر ہو یا حدیث، فقہ ہو یا تصوف، کوئی گوشہ تشنہ نہ رہا، بہشتی زیور تو گھروں کی

متاعِ عزیز بنی اور ہمیشہ رہی، بقول شاعر

قلم راز دستت نگیر د اجل

کہ آثار ماند ز تو جاوداں

موت تیرے ہاتھ سے قلم چھین بھی لے تو کیا، تیرے آثار ہمیشہ باقی رہیں گے۔

اصلاحِ نفس اور تربیتِ عوام

خانقاہِ تھانہ بھون سے جو نور پھوٹا وہ دور دور تک دلوں کو منور کرتا رہا، آپ کی صحبت میں رہنے والا گویا کایا پلٹ کر نکلتا۔ یہی کیفیت حافظؔ کے اس شعر سے عیاں ہے

دل می رود ز دستم، صاحب دلان خدا را

دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا

میرا دل ہاتھ سے نکلتا ہے، اے صاحبانِ دل! خدا کے لیے کچھ کرو، ورنہ میرے دل کا راز آشکارا ہو جائے گا۔

اُسلوبِ بیان اور حکمتِ عملی

حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ دل کی تھاہ گہرائیوں میں اترتے تھے، سادگی ایسی کہ بچہ بھی سمجھے، گہرائی ایسی کہ عالم بھی سر ہلائے۔ عربی محاورے میں کہا جاتا ہے اَلْكَلَامُ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْقَلْبِ وَقَعَ فِي الْقَلْبِ، وَإِذَا خَرَجَ مِنَ اللِّسَانِ لَمْ يَتَجَاوَزِ الْآذَان، جو بات دل سے نکلے وہ دل تک پہنچتی ہے اور جو صرف زبان سے نکلے وہ کانوں سے آگے نہیں جاتی۔

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی

نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اَثرات و خدمات: امت پر ان کے فیوض و برکات ایسے ہیں جیسے صحراؤں میں قافلوں کے لیے سبیل، علم و عمل کی یہ سبیل آج بھی جاری ہے اور ان

کے دست مبارک سے سجایا گیایہ گلدستہ ہنگامہ یوم النشور تک مہکتااور مہکاتارہے گا

زندہ است نامِ فرزانگان بہ خیر

مردہ است نامِ بداندیشان بہ شر

نیک لوگوں کا نام بھلائی سے ہمیشہ زندہ رہتاہے، برے لوگوں کا نام برائی سے ہمیشہ مردہ رہتاہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کونوربصارت ونوربصیرت دونوں سے سرفراز فرمارکھاتھا،ان کی خدمات جلیلہ کودیکھتے ہوئے عقل انسانی حیران ہوجاتی ہے،حضرت تھانوی کی حیات دراصل اس آیت کی عملی تفسیر ہے،**وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ**،ہم نے اس کے لیے ایک نور بنایا جس کے ساتھ وہ لوگوں کے درمیان چلتاہے،اس میں کوئی دورائے نہیں کہ واقعی تھانہ بھون کا یہ چراغ آج بھی جل رہاہے ،ہندوستان کا یہ آفتاب ایسا عالمتاب بنا کہ اس کی کرنیں آج بھی امت کے دلوں کو شرق تاغرب، شمال تاجنوب گرمارہی ہیں۔

حکیم الامت مولاناشاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے کمالات رکھے تھے،جوانہیں ان کے معاصرین سے ممتاز رکھتے تھے، وہ علم وعرفان کے ہمالیہ پر جلوہ افروز ہونے کے باوجود اپنے کو ہمیشہ طفل مکتب سمجھتے تھے، عجزوانکسار کے پیکر اور سراپانیاز تھے،اپنے اوقات کو قیمتی بنانے کے لیے اپنے اوقات میں نظم قائم کیے ہوئے تھے، تھانہ بھون کی خانقاہ میں جلی حروف سے نظم قائم کیجیے اوقات میں پھر برکتیں دیکھیے دن رات میں کاموزوں قطعہ آویزاں کررکھا تھا تاکہ اپنے اور دوسروں کے اوقات کی درست معنیٰ میں حفاظت ہوسکے،وعظ ونصائح کی محفل ہو یاعام دعوت وارشاد کی مجلس سب میں توازن برقرار رکھتے تھے، وہ ایسی گفتگو کرتے تھے جو دلوں کی گہرائی میں اترتی چلی جاتی تھی۔

بیعت وخلافت

باطنی علوم و معارف کے باب میں حضرت کو وہ سعادت نصیب ہوئی کہ یگانۂ عصر، قدوۃ الاولیاء حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی عنایاتِ خاصہ نے آپ کو اپنے فیوض وبرکات سے مالامال فرمایا، ابتدا میں خط وکتابت کے ذریعہ بیعت کی رسم ادا ہوئی، مگر جب ۱۳۰۱ھ میں زیارتِ بیت اللہ کی توفیق میسر آئی تو بنفسِ نفیس بارگاہِ شیخ میں حاضر ہوکر ہاتھ پر ہاتھ دھرنے کی سعادت حاصل کی، پھر دوسری مرتبہ جب حج کی سعادت کے لیے حرمینِ طیبین حاضر ہوئے تو چھ ماہ تک مرشد کامل کے زیرِ سایہ قیام کیا اور اس مدت میں وہ تمام اسرارِ باطنی و رموزِ روحانی، جو حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے قلبِ منوّر پر نازل ہوئے تھے، آپ رحمہ اللہ کے سینۂ منشرح میں منتقل ہوگئے، نتیجہ یہ ہوا کہ آپ رحمہ اللہ کا دل انوارِ محبتِ الٰہی اور سوزِ عشقِ نبوی ﷺ سے مملو اور معارفِ ربانیہ کا مخزن بن گیا، بالآخر حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے آپ کو خلعتِ خلافت و اجازت سے سرفراز فرما کر ارشاد فرمایا: "میاں اشرف علی! میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے تمام معاصرین پر ایک خاص امتیاز بخشا ہے۔"

تہذیبِ تصوف واصلاحِ باطن

۱۳۱۰ھ میں سبک دوشی کے بعد جب وطنِ محبوب تھانہ بھون تشریف لائے تو خانقاہ کے مسندِ رشد وہدایت کو از سرِ نو آباد کیا، اس وقت تصوف کی دنیا میں عجیب و غریب رسومات اور جوگیانہ طریقوں کا چرچا تھا، جن کا نہ کتاب و سنت سے کوئی ربط تھا نہ سلف صالحین کے منہج سے کوئی تعلق، عوام الناس ان باطل طریقوں کو عین حقیقت سمجھ کر انہی میں محو تھے، حضرت رحمہ اللہ نے اپنی مجددانہ بصیرت اور مصلحانہ غیرت کے ساتھ اس فتنۂ عظیم کا قلع قمع فرمایا، وعظ و نصیحت اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ واضح کردیا کہ تصوف دراصل تہذیبِ اخلاق و تزکیۂ نفس کا نام ہے اور یہ دینِ

مبین کے اجزاءِ اصلیہ میں سے ہے، آپ رحمہ اللہ کی مسندِ تبلیغ سے جو نسخۂ اکسیر امت کو ملا، وہی اصلاحِ ظاہر و باطن اور اتباعِ شریعت و سنت کا حسین امتزاج تھا، جس نے ہزاروں قلوب کو حیاتِ تازہ بخشی۔

تبلیغ و تصنیف کی نصف صدی

خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون میں جب حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ پر کامل توکّل کے ساتھ سکونت اختیار فرمائی، تو پھر باقی ماندہ زندگی، جو نصف صدی سے کچھ زائد پر محیط ہے، سراسر تصنیف و تالیف اور مواعظ و ملفوظات کی نذر ہو گئی، اس طویل عرصہ میں نہ صرف برّ صغیر کے گوشے گوشے سے، بلکہ بیرونِ ملک سے بھی ہزاروں طالبانِ حق اور سالکانِ راہِ طریقت نے بارگاہِ فیض سے تربیتِ باطنی اور تزکیۂ نفس کا گراں قدر سرمایہ حاصل کیا، وہی طالبان کل کے رہبر و مرشد بن کر آج بھی امتِ مسلمہ کی راہنمائی فرمارہے ہیں، گویا کہ حضرت رحمہ اللہ کے فیضانِ روحانی کی کرنیں آج بھی قلوب کو منور کر رہی ہیں، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

اسی قیام کے دوران قریباً چالیس برس تک ملک کے طول و عرض میں تبلیغی اسفار کا تسلسل جاری رہا، بڑے بڑے شہروں کی نامور دینی درسگاہیں ہوں یا انگریزی جامعات، اسلامی انجمنوں کے شاندار اجتماعات ہوں یا عوامی جلسے، ہر جگہ حضرت کے اصلاحی مواعظ نے انقلاب انگیز اثرات مرتب کیے، بعض اوقات وعظ کا سلسلہ چار چار گھنٹے تک جاری رہتا اور ہزاروں کی تعداد میں سامعین والہانہ انداز میں جمع ہو کر ایمانی حلاوت اور روحانی سرور سے فیض یاب ہوتے، ان مجالس میں ایمان کی حرارت جاگ اٹھتی، دلوں میں دینی شعور پروان چڑھتا اور دنیا و دین کے تقاضے نئی رُوحانی توانائی کے ساتھ سامنے آجاتے۔

مواعظ اور ان کی تاثیر: حضرت حکیم الامت قدس سرہ کو اوائلِ عمری ہی سے، بلکہ یوں کہیے کہ عنفوانِ شباب ہی سے وعظ و تلقین کا خاص شغف رہا، آپ کی زبانِ

مبارک سے جو کلماتِ حکمت نکلتے، وہ نہایت شستہ و شیریں، برجستہ و بلیغ اور جامع و مانع ہوا کرتے، سامعین پر ان کا وہی لطف طاری ہوتا جو کسی صاحبِ قلم محقق کی نہایت عرق ریزی اور غور و خوض کے بعد تحریر کردہ رسالے کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے، گویا وعظ نہیں، ایک نہایت مبسوط اور مربوط علمی تصنیف پڑھ کر سنائی جارہی ہے، اس میں عام خطباء کی طرح بے ربطی اور بے ترتیبی کا شائبہ تک نہ ہوتا، بلکہ ابتدا سے انتہا تک ایک خاص تناسب اور حسنِ ترتیب جلوہ گر رہتا۔

حضرت کے مواعظ کا اصل مدار اصلاحِ عقائد، تزکیۂ اعمال، پاکیزگیِ اخلاق اور معاملات کی درستی پر تھا، یہی سبب ہے کہ حضرت کی مساعیِ جمیلہ اور محنتِ شاقہ کے نتیجے میں ملتِ اسلامیہ کے قلوب میں دینی شعور بیدار ہوا، شعائرِ اسلام کا وقار قائم ہوا اور حق و باطل کے درمیان صحیح امتیاز آشکار ہو گیا۔

حضرت کے اکثر مواعظ بفضلہٖ قلمبند بھی ہوئے اور زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر شائع بھی ہوئے، بعض اگرچہ شائع نہ ہوسکے، تاہم طبع شدہ مواعظ کی تعداد چار سو سے متجاوز ہے، جو تاہنوز وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں اور مسلمانانِ عالم ان کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہو رہے ہیں، یہ گنجینۂ حکمت آج بھی وقتاً فوقتاً اہلِ اسلام تک پہنچ رہا ہے اور طالبانِ حق ان سے اپنی روحانی تشنگی بجھا رہے ہیں۔

مغربی فلسفہ و تہذیب کا انسداد

جب دارالہند پر فرنگی اقتدار کا سورج طلوع ہوا تو اس کے ساتھ ہی مغربی فلسفہ و تہذیب کی تند آندھیاں چلنے لگیں، تعلیم گاہیں، تجارتی مراکز اور حکومتی دفاتر اس کے زیرِ اثر آکر اپنی اصل سے دور جا نکلے، عوام کی ایک بڑی تعداد بھی اس فتنے کی لپیٹ میں آگئی، ایسے پر فتن ماحول میں حضرتِ والا قدس سرہٗ نے میدانِ تبلیغ میں وہ ولولہ انگیز قدم رکھا کہ صدائے حق ہر گوشے میں گونجنے لگی۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مغربی فلسفے کی بنیاد کو متزلزل کر کے رکھ دیا اور درجنوں نہیں، سینکڑوں وعظ ایسے دلنشین پیرایہ میں فرمائے کہ دل موم اور دماغ روشن ہو گئے، متعدد رسائل و تالیفات آپ رحمہ اللہ کی فکر کا آئینہ بن کر اہلِ اسلام کے دسترس میں آئیں، نتیجتاً مسلمانوں میں دینی غیرت اور اسلامی شعائر کی جانب ایک نیا رجحان پیدا ہوا۔

فرنگی تعلیم کے پروانوں میں بھی بڑی تعداد نے حضرت کے مواعظ سے استفادہ کیا، بڑے بڑے وکیل، بیرسٹر، قاضی و جج اور مجسٹریٹ، جو بظاہر مغربی تہذیب کے دلدادہ تھے، اس چشمۂ فیض سے سیراب ہو کر دین کے عاشق بن گئے، بعض نے تو دامنِ ارادت میں اپنا سر ڈال دیا اور بعض نے سلوک و طریقت کی منازل اس کمال کے ساتھ طے کیں کہ حضرت نے انہیں اپنے "خلفائے مجازین صحبت" میں شامل فرمایا۔

ہر کہ خواہد ہمی قُدُوم بقا *** در پناہِ شریعت آید جا

جو کوئی زندگی کی حقیقی کامیابی چاہتا ہے وہ شریعت کے سایہ میں آجائے

یوں حضرت رحمہ اللہ کی حیاتِ مبارکہ نے یہ صداقت آشکار کر دی کہ مسلمان اگر عزم کرے تو دنیا کی کسی مصروفیت کے باوجود بھی کامل دین دار اور صاحبِ معرفت بن سکتا ہے، یہ حضرت رحمہ اللہ کی وہ کرامت ہے جس کی مثال تاریخ کے صفحات میں خال خال ہی ملتی ہے۔

علومِ دینیہ میں خدمات و تصانیف

حضرت رحمہ اللہ کے علوم کا دائرہ بھی کتنا وسیع اور کتنا پُر عظمت تھا! قرآنِ کریم کی لطائف آمیز تفاسیر ہوں یا احادیثِ نبویہ سے استنباط، فقہ کی دقیق توجیہات ہوں یا تصوف کی نہایت باریک منزلیں، ہر گوشہ حضرت کے قلم و زبان کی روشنی سے منور ہوا۔

حضرت کی تصانیف کا شمار ہزار سے متجاوز ہے، ایسا سمندر کہ جس کی ہر موج دین کے کسی نہ کسی شعبے کو سیراب کرتی نظر آتی ہے، اگر کوئی متفکر نگاہ آپ کے تمام مواعظ وملفوظات اور تالیفات پر ڈالے تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ دینِ اسلام کا کوئی پہلو، کوئی گوشہ ایسا نہیں جس پر حکیم الامت رحمہ اللہ کی تجدیدی واصلاحی نظر نہ پڑی ہو۔

تصنیف و تالیف کی اہمیت و افادیت

اہلِ قلم کا فیضان، دراصل اہلِ دل کا فیضان ہے، تصنیف و تالیف وہ دریائے بیکراں ہے جس کی امواجِ معرفت زمانہ قدیم سے لمحہ موجود تک ٹھاٹھیں مار رہی ہیں اور ہنگامہ یوم النشور تک متلاطم رہیں گی، کتاب، دراصل دلوں کا چراغ، عقلوں کا آئینہ اور فکر و نظر کا معراج ہے، اَلکُتُبُ بَسَاتِینُ العُلَمَاءِ وَ حَدَائِقُ الفُضَلَاءِ، کتابیں علما کے گلشن اور فضلا کے چمن ہیں۔

یہ تصنیف ہی ہے جو سینوں میں محبوس علم کو ہمیشہ امانت بنا کر نسلوں کے حوالے کرتی ہے، واعظ کی نوا صبح وشام کی محفل میں دم توڑ دیتی ہے، لیکن مصنف کا قلم اپنے الفاظ کو ابدی حیات بخشتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اہلِ دانش نے فرمایا: موتُ العالم موتُ العالَم، وکتابُ العالم حیاتُ العالَم، عالم کا مرنا، گویا عالَم کا مرنا ہے اور عالم کی کتاب عالم کی زندگی ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے تصنیف و تالیف کے بحرِ بیکراں میں ایسے غواصی کی کہ ہزار سے زائد نگینے نکال کر امت کی جھولی میں ڈال دیے، ان کا قلم گویا مشک ناب کا قلمدان تھا، جس سے ہر صفحہ خوشبو بن کر پھیلا، کبھی فقہ کی گتھیاں سلجھاتے ہیں، کبھی تفسیر کے جواہر پیش کرتے ہیں، کبھی حدیث کی مشک بیزیاں لٹاتے ہیں اور کبھی سلوک واخلاق کے موتی بکھیرتے ہیں۔

فارسی کا ایک شہزادۂ سخن کہہ گیا ہے:

نہ ماند از شاہ و سلطان جز بہ نام
کتابِ عالم است باقی تا قیام

شاہ و سلطان کا نام بھی مٹ جاتا ہے، مگر عالم کی کتاب قیامت تک باقی رہتی ہے۔

آج ایک صدی بیت چکی ہے، مگر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تصانیف زندہ و پائندہ ہیں، ان کی تحریروں میں ایک عجیب سی جاودانی ہے، جو ہر عہد میں پیاسوں کو سیراب اور اندھیروں میں چراغاں کرتی ہے۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ:

قلم است و لوح است و کتاب است جاوِداں
صد ہزاراں جان ز فیضش شادماں

الغرض، تصنیف و تالیف امت کی رہنمائی کا مینار ہے، صدقۂ جاریہ کا منبع ہے، اور اہلِ علم کے لیے حیاتِ جاوِداں کا راز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکیم الامت کی کتب آج بھی مینارۂ نور کی طرح راہِ حق کے مسافروں کو سمت عطا کر رہی ہیں۔

ہماری اپنے پروردگار کی عالی بارگاہ میں عاجزانہ و متواضع سے درخواست ہے کہ اے ربِ کریم! جس طرح تُو نے اپنے بندے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے قلم کو امت کے لیے چراغِ ہدایت بنایا، اسی طرح ہمارے دلوں کو بھی ان کے علوم سے منور فرما، ان کی تصانیف کو ہمارے لیے ذریعۂ رشد و ہدایت بنا اور ان کے فیضانِ قلم کو تا قیامِ قیامت باقی وبرقرار رکھ۔ آمین یارب العالمین۔

امت کے جوانوں، بوڑھوں، مردوں اور عورتوں کے لیے قرآن و سنت کے بحرِ ناپیدا کنار میں غوطہ زن ہو کر علمی کے گوہر و جواہر تلاش کر لانے والے اسی عظیم انسان کے فیوضات سے استفادہ کرنا بہت ضروری ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ

کی حکیمانہ مصلحت اور فیضانِ صحبت

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کو خالقِ دو جہاں نے اس صدی میں اصلاحِ خلق کی ایسی خالص توفیق اور حکمت آفرین اسلوب عطا فرمایا کہ جس کی مثال کم ہی ملے، اردو کے مشہور شاعر، جناب جگر مرادآبادی مرحوم کا قصہ کتنا دلنشین اور عبرت آموز ہے، ایک مجلس میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ نے حضرت والا کے حضور ذکر کیا کہ جگر صاحب نے کہا:

"تھانہ بھون جانے کی تمنا ہے مگر شراب چھوڑنے کی مصیبت درپیش ہے، اس آلودگی کے ساتھ بزرگوں کی خدمت میں جانا کیسے ممکن؟"

حضرت والا نے نہایت بلیغ کلمات میں فرمایا:

ارے خواجہ صاحب! آپ کہہ دیتے کہ جس حال میں ہو اسی میں چلے جاؤ، ممکن ہے یہی ملاقات بلاسے نجات کا ذریعہ بن جائے۔"

یہ جملے جگر صاحب تک پہنچے تو ان کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ زار و قطار رونے لگے اور پختہ عہد کر لیا کہ اب اس اُمّ الخبائث کے قریب بھی نہ جائیں گے، چنانچہ شراب ترک کی، بیماری میں مبتلا ہوئے مگر صبر و عزیمت کا دامن نہ چھوڑا، بالآخر خدا کی مدد سے صحت یاب ہوئے اور تھانہ بھون حاضر ہو کر حضرت والا سے مشرف بہ فیض ہوئے، دلی کہ یک نگاہِ ولی سے بدل شود، صد سالہ ریاضت سے بھی نہیں بدلتا۔

جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے شبہات

ایک موقع پر شملہ کے کسی کالج میں حضرت والا نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی الجھنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: یہ سب صرف نصابِ تعلیم کا قصور نہیں، بلکہ

سب سے بڑا سبب وہ لادینی ماحول ہے جس میں نئی نسل پروان چڑھتی ہے، علاج یہی ہے کہ کچھ دن اہل اللہ کی مجلسوں میں بیٹھا کریں۔

اسی مجلس میں ایک صاحب نے کہا کہ "ہم نے سنا ہے آپ کو انگریزی پڑھنے والوں سے نفرت ہے؟ حضرت والا نے مسکرا کر فرمایا: ہرگز نہیں! اشخاص سے کوئی نفرت نہیں، ہاں اُن کے بعض اعمال و افعال سے ضرور ہے جو خلافِ شریعت ہوں، یہی ہے قرآنی تعلیم: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزرَ اُخریٰ

مخالفین کے ساتھ حسنِ اخلاق

اکابر دیوبند کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ مخالفین کے ساتھ بھی کبھی تلخ کلامی نہ کرتے، نہ طنزیہ القاب پسند کرتے اور نہ دشنام دہی کو روا جانتے، مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے خادم امیر شاہ خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر فضل رسول بدایونی کا ذکر آیا تو زبان سے سہواً "فصل رسول" نکل گیا۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے فوراً منع فرمایا: ان کو لوگ فضل رسول کہتے ہیں، تم کیوں بگاڑ کر کہتے ہو؟ یہ تھا قرآن کے حکم وَلاَ تَنَابَزُوا بِالأَلقاب پر عمل کا عملی نمونہ۔

اکابر کا حلم وبردباری

بریلی کے مولوی احمد رضا خان صاحب کی دشنام طرازی مشہور ہے۔ مگر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا حال یہ تھا کہ ان کی کتابیں سنانے کا حکم دیا اور فرمایا: گالیوں کو جانے دو، دیکھیں دلیل کوئی معقول ہے تو ہم رجوع کرلیں۔ واہ رے انصاف!

اہلِ بدعت کے اعتراضات اور حضرت تھانوی کا جواب: جونپور میں ایک وعظ کے موقع پر ایک خط پہنچا جس میں گالیاں اور دشنام تھے: تم جلاہے ہو، جاہل ہو، کافر ہو، حضرت والا نے نہایت حکیمانہ انداز میں فرمایا، اگر جلاہا ہوں تو اس میں حرج کیا ہے؟ اللہ نے سب قوموں کو پیدا فرمایا، اصل شرف عمل اور اخلاق کا ہے، رہا

جاہل ہونا تو میں تو خود کو اجہل کہتا ہوں، جو کچھ سنا یا پڑھا ہے وہی نقل کرتا ہوں اور کافر ہونے کا دعویٰ؟ سو سن لیجیے: اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدًا رسول الله اب اگر نعوذ باللہ پہلے کافر تھا بھی، تو لیجیے اب نہیں رہا، یہ کہہ کر حضرت والا نے وعظ شروع فرمایا، نہ کسی کو برا کہا، نہ تلخی کی، بلکہ حکمت و متانت کے ساتھ دین کی باتیں بیان کیں۔

اکابر کی شفقت و خدمت: مولانا محمود صاحب رام پوری کا واقعہ بھی کتنا دلنشین ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے رات کے وقت اپنے ہندو مہمان کے پاؤں دبائے، سبحان اللہ! یہ ہے اخلاقِ نبوی ﷺ کی جھلک۔

یہ مضمون شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی کے نقش پاپہ گامزن ہو کر قلمبند کیا گیا ہے، اس طرح کے واقعات ان کے ایک مضمون میں بھی کسی خوبصورت نگینے کی طرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان اکابرین کے اخلاق حسنہ سے ہمیں بھی حصہ نصیب فرمائے، یہ انہی اکابرین کے حسن اخلاق کا نتیجہ ہے کہ مسلمان باہم دست و گریباں ہونے سے محفوظ ہیں ورنہ کفر ساز مشینوں کے گھومتے چکوں نے اپنوں کو معاف کیا اور نہ ہی پرایوں کی جان بخشی ہوئی، آج بھی یہ کافر ساز مشینیں گڑگڑا رہی ہیں اور اچھے بھلے مسلمانوں کو دائرہ کفر میں شامل کر رہی ہیں، یہ انہی کا نصیبہ اور انہی کا حصہ ہے، ہنگامہ یوم النشور میں جب نیکی بدی کے میزان پر اعمال کا وزن کیا جائے گا تو ان کافر سازوں کو خود ہی پتہ چل جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارا تعلق ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے وقار و سنجیدگی کا دامن کبھی اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیا، کبھی اپنے کلاہ و دستار کی بلندی کے لیے دوسروں کے کلاہ و دستار کو تار تار کرنے کی کوشش نہیں کی، جب کہ دوسری جانب روٹی و دال اس وقت تک ہضم نہیں ہوتی جب تک ہمارے اکابر کو دشنام اور سب و شتم کا ہدف نہ بنایا جائے۔

بیعت و خلافت

باطنی علوم کی تکمیل کے لیے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ سے تعلق قائم ہوا، بیعت و خلافت کے بعد گویا وہ چراغ روشن ہوا جس نے سارے ہند کو منور کر دیا، حضرت خود فرمایا کرتے تھے ""میری ساری حقیقت حاجی صاحب رحمہ اللہ کی عنایت ہے، اگر اُن کی نگاہِ کرم نہ ہوتی تو اشرف علی کچھ بھی نہ ہوتا۔

علمی و روحانی مقام

علماء نے آپ کے فیضان کو "اشعۃ اللمعات" کے مصنف شیخ عبد الحق دہلوی کے اس قول سے تعبیر کیا، اَلعَارِفُ کَالشَّمسِ، یَکفِی نُورُہُ العَالَمِینَ، یعنی عارف کی مثال آفتاب کی سی ہے کہ اُس کا نُور پوری کائنات کو کفایت کرتا ہے۔

اِصلاحی اثرات

حضرت کے وعظ میں یہ خاصیت تھی کہ بڑے بڑے ادباء، شعرا اور فلسفی بھی متاثر ہوئے، مشہور شاعر جگر مرادآبادی مرحوم کا واقعہ ہے کہ آپ کے مواعظ نے اُن کی کایا پلٹ دی، جگر نے خود اعتراف کیا کہ "میں اشرف علی تھانوی کے سامنے پہنچ کر اپنے آپ کو بالکل ہیچ پایا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے فیض اٹھانے والے لوگوں کی تعداد سینکڑوں میں نہیں ہے، ہزاروں میں نہیں ہے بلکہ کروڑوں میں ہے، اردوداں وخواں طبقہ کے جتنے مصنفین و مؤلفین و مرتبین ہیں وہ سب اسی خوان علم کے خوشہ چین ہیں، روحانی سلاسل اربعہ قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور چشتیہ کی خانقاہیں انہی کے دم قدم سے آباد ہیں، انہی کے کھینچے ہوئے خطوط پر گامزن ہیں، صدائے قال اللہ یا قال الرسول یا ضرب الا اللہ سب کی پشت پر اسی خانقاہ کی محنت کام کر رہی ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

حیات و خدمات

حیاتِ اکابر میں جب بھی نگاہ ڈالی جاتی ہے تو ایک نُورانی جلوہ بار شخصیت سامنے آتی ہے جسے دنیا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے نام سے جانتی ہے، آپ وہ مردِ حق آگاہ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلِ خاص سے اِصلاحِ خلق کی توفیقِ خالصہ اور اُس کا نہایت حکیمانہ اسلوب عطا فرمایا۔

اصلاحِ خلق کا انوکھا رنگ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ و ملفوظات گویا چشمۂ کوثر کی مانند تھے کہ جس نے ایک گھونٹ بھی پیا وہ تر و تازہ اور شاداب ہو گیا، آپ رحمہ اللہ نے جس درد و سوز کے ساتھ عوام و خواص کو نصیحت کی وہ تاریخ میں آبِ زر کے ساتھ لکھی جائے گی، ہم جب آج کے زمانے میں دیکھتے ہیں کہ آپ کے مواعظ و نصائح میں عامۃ الناس و خواص کے لیے کس طرح معلومات افزا اور مصلحانہ باتیں کی گئی ہیں تو حیرت کے گہرے پانیوں میں ڈوب جاتے ہیں کہ ایک مصلح نے اس دورِ ظلمات میں اُمت کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا جس میں قلم کا شہرہ نہیں تھا، کاغذ کی بہتات نہیں تھی، طباعتی مشینوں کی فراوانی نہیں تھی، کارکنان خامہ و تحریر کی کثرت نہیں تھی اس کے باوجود آپ نے کس قدر اصلاحی کام کیا، کس قدر آپ نے انسانی احوال کی طرف اپنی توجہات مبذول کیں اور انسانوں کو ان کا فراموش شدہ سبق یاد کروایا، گم گشتگان راہ کو جادہ مستقیم پر گامزن کیا، یہی تو انقلاب قلوب واذہان تھا، یہی تو تغیر و تبدیلی تھی جس کے لیے بے چین فطرت و بے قرار روحین منتظر تھیں، نباض اور مزاج شناس انسانیت نے کایا پلٹ کر رکھ دی۔

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ و تالیفات

نصف صدی سے زائد عرصہ آپ نے خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون میں قیام فرمایا اور تصنیف و تالیف کا ایک ایسا سلسلہ قائم کیا جو تاامروز جاری ہے۔ "بیان القرآن" سے لے کر "اصلاح الرسوم" تک اور "اشرف الجواب" سے "تربیت السالک" تک ہر کتاب علم و عرفان کا گوہر نایاب ہے۔

بہشتی زیورآپ کی وہ تصنیف ہے ہر دور میں اپنی اہمیت وافادیت کے باعث مقبول خاص وعام رہی ہے، بہشتی زیوران کے عصر سعادت میں بھی بڑی اہمیت رکھتی تھی اور گھر گھر پڑھی اور پڑھائی جاتی تھی، مسلمان بچیوں کے لیے اُس وقت سے لے کراِس وقت تک "بہشتی زیور" سے بہترین کتاب منصہ شہود پر جلوہ گر نہیں ہوئی، یہ وہ عظیم الشان کتاب ہے جو قرآن کریم کے ہمراہ مسلمان بچیوں کو اس وقت دی جاتی ہے جب وہ اپنے والدین کے در دولت سے اپنے پیا کے گھر سدھارتی ہیں۔

ہندوستان سے لے کر پاکستان تک کوئی طباعتی ادارہ اور مکتبہ ایسا نہیں ہے جس نے "بہشتی زیور" کوزیور طباعت سے مزین نہ کیا ہو، اب توپاکستان میں وفاق المدارس العربیہ کے نصاب تعلیم میں شامل ہے، بنات کے ہزاروں مدارس پاکستان میں اپنی خدمات علمیہ پیش کررہے ہیں، ان مدارس کی ہزاروں طالبات کو ہر سال "بہشتی زیور" سبقاًسبقاًدرساًدرساً پڑھائی اور یاد کروائی جاتی ہے۔

کچھ حسد کے ماروں اور بیماروں کو "بہشتی زیور" کی عالمگیر شہرت و مقبولیت قبول نہ ہوئی تو انہوں نے اس کے ساتھ سابقے لاحقے لگاکر اپنے نام سے کتابیں لکھیں اور "بہشتی زیور" کا چربہ اُتارا مگر روغن خلوص سے تہی وہ چراغ اس علمی آفتاب کے سامنے ٹک نہیں سکا، یوں حسد کے بیماروں کے مرض میں اضافہ ہوتا چلا گیا، انہیں رب العالمین نے فزادھم اللہ مرضا کا مصداق بناڈالا، حسد انسانی نیکیوں کو یوں

چٹ کر جاتا ہے جس طرح آگ خشک وتر لکڑیوں کو بھسم کر کے خاک بنا دیتی ہے، ان حاسدوں کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ ہوا۔

آج بھی ہندوستان وپاکستان کے کئی ادارے اس مرد حق آگاہ کے علمی فیوض وبرکات کو عام کرنے میں ہمہ وقت منہمک ہیں، پاکستان کے شہر لاہور میں جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ نے ایک عرصہ دراز سے بلکہ کم وبیش تیس سال سے ایک مؤقر ووقیع رسالہ جاری کیاہوا ہے، جو حضرت تھانوی کے مربی ومرشد حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی کی طرف منسوب ہے۔

''الامداد''کاامتیازی وصف اور پہچان یہی ہے کہ اس میں صرف اور صرف حکیم الامت حضرت تھانوی کے مواعظ طبع ہوں گے، اس کے مدیر المہام حضرت مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی مدظلہ العالی نے اس میں ایک نیارنگ بھرا ہے، ہر ماہ ایک وعظ طبع ہوتا ہے، جس کا ابتدائیہ انہی کے قلم حقیقت رقم سے تحریر ہوتا ہے، جب کہ مشکل وپیچیدہ الفاظ کا سہل ترین ترجمہ تحت الحاشیہ جاذب دل ونگاہ کاکام کرتا ہے۔

اگر کسی باذوق کتب خواں نے حضرت تھانوی کے مواعظ، کتب، تصانیف اور تالیفات کے دیدار سے اپنے دیدوں کو سامان برودت مہیا کرنا ہے تو اسے شہر لاہور کارخ کرنا پڑے گا، جہاں ایک طرف شہر کے درمیان میں جامعہ اشرفیہ کی عظیم الشان لائبریری میں حضرت تھانوی کی کتب جگمگا رہی ہیں اور تشنگان علم وعرفان کو دعوت مطالعہ دے رہی ہیں، جب کی دوسری طرف چند کلومیٹر کی دوری ومسافت پر سرزمین سندر میں مجلس صیانۃ المسلمین کا مرکز ہے، جہاں فنافی التھانوی حضرت مولانا بلال اشرف مدظلہ نے حضرت تھانوی کی جملہ تصانیف، مواعظ اور تالیفات کسی نگینے کی طرح سجا سنوار کر رکھی ہوئی ہیں، صاحبان علم وفن کے لیے نشستوں کو بھی بہت عمدہ اوراحسن انداز میں سجا کر رکھا ہوا ہے، دعوت دیدار عام ہے۔

راہِ حق اور تھانہ بھون کی صدا

راہِ حق تجھ کو اگر مطلوب ہے، دوڑ کر تھانہ بھون کی راہ لے، وہیں ایک ایسی ہستی جلوہ افروز ہوئی جس نے ملتِ اسلامیہ کے دلوں میں ایمان و عرفان کی شمعیں روشن کیں۔

اسمِ گرامی اور ولادت

حکیم الامت، مجددِ وقت، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ جن کا اسمِ گرامی اشرف علی تھا، ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ، یومِ چہار شنبہ صبحِ صادق کے وقت مقام تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر، یوپی، ہند) میں جنم افروز ہوئے، آپ ایک وجیہ و مقتدر خانوادے کے چشم و چراغ تھے، دادھیال سے فاروقی نسب اور ننھیال سے علوی نسبت پائی، والد ماجد حضرت جناب عبد الحق صاحب نہایت مالدار، مقتدر رئیس اور ریاستِ میرٹھ کے مختارِ عام تھے، والدہ ماجدہ ایک مشہور پیرزادہ خاندان کی صاحبِ نسبت خاتون تھیں، گویا عقل و فراست کی دولت آپ کو دادھیال سے ورثہ میں ملی اور عشق و محبتِ الٰہی کا سرمایہ ننھیال سے عطا ہوا۔

ابتدائی تعلیم و تربیت

پانچ برس کی عمر میں سایۂ مادر اُٹھ گیا مگر والدِ مشفق نے اپنی بے پایاں شفقت اور پدرانہ محبت سے اس خلا کو پر کر دیا، حکیمانہ فراست سے آپ کو دینی علوم کے لیے منتخب فرمایا، وطن میں علومِ فارسی اور حفظِ قرآن کی تکمیل کے بعد دارالعلوم دیوبند بھیجا، ۱۳۰۰ھ میں محض بیس برس کی عمر میں علومِ دینیہ سے فراغت حاصل کی۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے آپ کو دستارِ فضیلت سے نوازا، اساتذہ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ اور مولانا محمد یعقوب دیوبندی رحمہ اللہ کی خصوصی توجہات آپ کے شاملِ حال رہیں۔

درس و تدریس کا آغاز

صفر ۱۳۰۱ھ میں مدرسہ فیضِ عام کانپور میں ملازمت اختیار کی، مگر چونکہ چندہ کے لیے دست دراز کرنا غیرتِ دینی کے منافی سمجھتے تھے اس لیے جلد ہی اس ملازمت سے کنارہ کش ہوگئے، بعد ازاں مقتدرینِ کانپور کے اصرار پر جامع مسجد کانپور میں "جامع العلوم" کے نام سے مدرسہ قائم کیا اور چودہ برس تک درس و تدریس میں مشغول رہے، علومِ ظاہری و باطنی کی برکات سے عوام و خواص مستفیض ہوئے اور آپ کی جاذبیت روز افزوں بڑھتی گئی۔

نسبتِ مرشد اور بیعتِ اصلاح

۱۳۱۰ھ میں حجِ بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور اپنے پیر و مرشد قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ سے بیعت و خلافت کا شرف پایا، چھ ماہ تک مکہ مکرمہ میں ان کی خدمت میں رہ کر تزکیۂ نفس اور احکامِ شریعت پر عمل کی تربیت حاصل کی، حاجی صاحب نے خلعتِ خلافت عطا کی اور وصیت فرمائی کہ "جب کانپور کی ملازمت سے طبیعت مکدر ہو تو اپنے وطن تھانہ بھون میں خانقاہ کو آباد کرنا، وہاں سے خلائق کو نفع پہنچے گا۔

تھانہ بھون میں قیام

۱۳۱۵ھ میں ملازمت ترک کر کے تھانہ بھون کا رخ کیا اور خانقاہِ امدادیہ میں مستقل سکونت اختیار کی، دنیاوی مال و دولت اور ملازمت کی پیشکشوں کو ٹھکرا کر محض اللہ پر توکل فرمایا، یہاں سے وہ عظیم عہد آغاز ہوا کہ اصلاحِ امت کی ایسی شمع روشن ہوئی جس نے بدعات و خرافات کو مٹا دیا، دلوں کو نورِ شریعت و طریقت سے منور کر دیا اور خانقاہ امدادیہ "انسان بنانے کی درسگاہ" بن گئی۔

مجلسِ رشد و ہدایت: خانقاہ تھانہ بھون وہ بزم تھی جہاں علما و فضلا، فلاسفہ و

عقلاء، انجینئر وڈاکٹر، وکیل و بیرسٹر، تاجر و کسان سبھی آکر اپنے دل و دماغ کو صیقل کرتے، حضرت اپنی مجلس میں معارف و حقائق کے موتی بکھیرتے، آپ رحمہ اللہ نے تصوف کے رموز جو فارسی و عربی متون میں سربستہ راز کی مانند تھے، سہل و عام فہم اردو میں یوں آشکارا کیے کہ صوفیائے جُہّال کی گنجائش باقی نہ رہی۔

خدماتِ دین اور تصانیف

حضرت رحمہ اللہ نے نصف صدی خانقاہ امدادیہ میں بسر کی، ایک ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل تصنیف فرمائے، یہ صرف علمی نہیں بلکہ عملی رہنمائی سے لبریز تھے، جنہیں اہلِ دل الہامی سمجھتے تھے، آپ رحمہ اللہ کی تصانیف نے برصغیر کے کونے کونے کو منور کیا، مواعظ و ملفوظات سے ہزاروں سالکین نے تربیتِ باطن اور تزکیۂ نفس حاصل کیا، اہلِ حق نے بالاتفاق آپ رحمہ اللہ کو حکیم الامت، مجددِ ملت، محی السنۃ اور حجۃ اللہ فی الارض تسلیم کیا، یہ محض القاب نہ تھے بلکہ آپ رحمہ اللہ کے اوصاف کا زندہ عکس تھے۔

یوں حضرت تھانوی نے اپنی حیاتِ مبارکہ کو اصلاحِ امت کے لیے وقف کیا اور اپنی تصانیف و تعلیمات سے ایک ایسا سرمایہ چھوڑا جو صدیوں تک رہنمائی کرتا رہے گا، حق یہ ہے کہ آپ کا وجود امتِ مسلمہ کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ اور رحمتِ بیکراں تھا۔

میرے خیال میں آج پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، افغانستان کا کوئی معتبر ومؤقر و وقیع ادارہ نہیں ہوگا جس میں حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی کا فیضان موجود نہ ہو، کچھ عرصہ قبل تک ان کے خلفاء اور ان سے براہ راست فیض پانے والی ہستیاں موجود تھیں، اب وہ ہستیاں بھی آسودہ خاک ہو چکی ہیں، اب حضرت تھانوی کا فیضان علمی ان کی کتابوں کی شکل میں ہے جو ہمیشہ باقی رہے گا۔

سوانح حضرت تھانوی رحمہ اللہ

سید محبوب رضوی مرحوم کا ایک مضمون ماہنامہ "آب حیات" لاہور نے مارچ ۲۰۲۰ء میں اپنی خصوصی اشاعت میں شائع کیا تھا، جسے قند مکرر کے طور پر یہاں دوبارہ اپنے معزز قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے تاکہ وہ رضوی مرحوم کے مضمون سے استفادہ کر سکیں، محبوب رضوی مرحوم کی تحریر ملاحظہ فرمایئے، جو بہت سے جرائد، رسائل اوراخبارات میں چھپ چکا ہے۔

آپ کا سالِ ولادت سن ۱۲۸۰ ہجری ہے، تاریخی نام کرم عظیم ہے، تھانہ بھون کے شیوخ فاروقی میں سے تھے، قرآن شریف حافظ حسین علی سے حفظ کیا، فارسی اور عربی کی کتابیں وطن میں حضرت مولانا فتح محمد تھانوی رحمہ اللہ سے پڑھیں جو دارالعلوم کے اولین فارغین میں سے تھے ۱۲۹۵ ہجری کے اواخر میں تکمیل علوم کی غرض سے دارالعلوم میں داخلہ لیا، ۱۲۹۹ ہجری میں دارالعلوم سے فراغت حاصل کی تجوید و قرأت کی مشق مکہ مکرمہ میں قاری محمد عبداللہ مہاجر مکی سے کی۔

ذکاوت و ذہانت کے آثار بچپن ہی سے نمایاں تھے، ۱۳۰۱ ہجری میں اولاً مدرسہ فیض عام کانپور میں صدر مدرس مقرر ہوئے اور پھر مدرسہ جامع العلوم کی مسند صدارت کو زینت بخشی، کانپور میں آپ کے درس حدیث کی شہرت سن کر دور دور سے طلباء کھچے چلے آتے تھے، ۱۳۱۵ ہجری میں ملازمت ترک کرکے خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون میں متوکلاً علی اللہ قیام فرمایا، جہاں تادمِ واپسیں ۴۷ سال تک تبلیغ دین، تزکیہ نفس اور تصنیف و تالیف کی ایسی عظیم الشان اور گراں قدر خدمات انجام دیں جس کی مثال اس دور کی کسی دوسری شخصیت میں نہیں ملتی۔

علم نہایت وسیع اور گہرا تھا، جس کا ثبوت آپ کی تصانیف کا ہر صفحہ دے سکتا ہے، دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں تصانیف موجود نہ ہوں، وہ اپنی تصانیف کی

کثرت اور افادیت کے لحاظ سے ہندوستانی مصنفین میں اپنا جواب نہیں رکھتے، آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ساڑھے تین سو کے قریب ہیں ،(حضرت کی تصانیف و تالیفات کی تعداد کے حوالے سے ہر شخص اپنی معلومات کے مطابق لکھتا اور بولتا ہے، حدوٹی) برّصغیر کے پڑھے لکھے مسلمان کے کم گھر ایسے ہونگے جہاں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کوئی تصنیف موجود نہ ہو، ان میں,, بہشتی زیور،، کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ہر سال مختلف مقامات سے ہزاروں کی تعداد میں چھپتی ہے اور ہاتھوں ہاتھ نکل جاتی ہے اگر یہ کہا جائے کہ اُردو زبان میں اتنی بڑی تعداد میں دوسری کوئی اور کتاب شائع نہیں ہوتی تو اس میں قطعاً مبالغہ نہ ہو گا، کئی زبانوں میں اس کی ترجمے ہو چکے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اپنی تصانیف سے کبھی ایک پیسہ کا فائدہ حاصل نہیں کیا، تمام کتابوں کے حقوقِ طبع عام تھے اور جس کا جی چاہے انہیں چھاپ سکتا تھا، آپ کا ترجمہ قرآن شریف بہت سلیس، سہل اور عالمانہ ہے ، تفسیر میں بیان القرآن ان کا عظیم الشان کارنامہ ہے ، اسی طرح حدیث میں اعلاء السنن میں فقہ حنفی کی متدل احادیث کا جو زبردست ذخیرہ کرادیا ہے وہ خود اپنی مثال آپ ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے مجاز و خلیفہ تھے، ان کی بیعت و ارشاد کا سلسلہ بہت وسیع ہے برصغیر اور اس کے باہر بھی ہزاروں اشخاص نے ان سے اصلاح وتربیت حاصل کی، چنانچہ حکیم الامت کے لقب سے آپ کی زبردست شہرت تھی، ان کی تصانیف و مواعظ سے لاکھوں افراد کو علمی و عملی فیض پہنچا، عوام وخواص کا جتنا بڑا طبقہ بیعت و ارشاد کی راہ سے اس دور میں ان سے مستفیض ہوا اس کی مثال کم ہی ملے گی، ان کی رفعت وبلندی کا اندازہ اس سے کیا

جا سکتا ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کے بڑے بڑے صاحب علم و فضل اور اہل کمال ان کے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔

ان کی ذات والا صفات علم و حکمت اور معرفت و طریقت کا ایک ایسا سر چشمہ تھی جس سے نصف صدی تک برصغیر کے مسلمان سیراب ہوتے رہے، دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں ان کی عظیم خدمات تقریری اور تصنیفی صورت میں نمایاں نہ ہوں۔

مولانا سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے الفاظ میں ”اصلاح امت کی کوشش میں علمی و عملی زندگی کے ہر گوشے پر ان کی نظر تھی، بچوں سے لیکر بوڑھوں تک، عورتوں سے لیکر مردوں تک، جاہلوں سے لیکر عالموں تک، عامیوں سے لیکر صوفیوں تک، دُرویشوں اور زاہدوں تک، غریبوں سے لیکر امیروں تک ان کی نظر مصروف اصلاح و تربیت رہی، پیدائش، شادی بیاہ، غمی اور دوسری تقریبوں اور اجتماعوں تک کے احوال پر ان کی نظر پڑی اور شریعت کے معیار پر جانچ کر ہر ایک کا کھرا کھوٹا الگ کیا، رسوم و بدعات اور مفاسد کے ہر ایک روڑے اور پتھر کو ہٹا کر صراط مستقیم کی راہ دکھائی، تبلیغ، تعلیم، سیاست، معاشرت، اخلاق و عادات اور عقائد میں دینِ خالص کے معیار سے جہاں کوتاہی نظر آئی اس کی اصلاح کی۔ فقہ کے نئے نئے مسائل اور مسلمانوں کی نئی نئی ضرورتوں کے متعلق اپنے نزدیک پورا سامان مہیا کر دیا اور خصوصیت کے ساتھ احسان و سلوک کی جس کا مشہور نام تصوّف ہے، تجدید فرمائی، ان کے سامنے دین کی صحیح مثال تھی، اسی کے مطابق مسلمانوں کی موجودہ زندگی کی تصویر میں جہاں جہاں نقائص تھے ان کے درست کرنے میں عمر بھر مشغول رہے، انہوں نے اپنی زندگی اس میں صرف کر دی کہ مسلمانوں کی تصویر حیات کو اس کی شبیہ کے مطابق بنا دیں جو دینِ حق کے مرقع میں نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغناء کے ساتھ فیّاضی کے جوہر سے بھی نوازا تھا۔

حَکِیْمُ الاُمَّتْ

خدماتِ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی ایک جھلک

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کا ایک مضمون ہم نے ماہنامہ آب حیات کے شمارہ مارچ ۲۰۲۰ء میں شائع کیا تھا، اس مضمون کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر یہاں دوبارہ پیش کیا جارہا ہے۔ اسے ملاحظہ فرمایئے۔

کسی بھی شخصیت کی خدمات اور جدوجہد کا صحیح طور پر تعارف حاصل کرنے کے لیے ان حالات اور ماحول کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے جس ماحول میں اس بزرگ شخصیت نے جدوجہد کی ہے اور جن حالات میں انہیں کام کرنا پڑا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی اور برطانوی استعمار کے مکمل تسلط کے تناظر میں دیکھا جائے تو صورتحال کا نقشہ کچھ اس طرح سامنے آتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد اس خطہ کے مسلمان اپنا سب کچھ کھو کر نئے سرے سے معاشرتی زندگی کا آغاز کر رہے تھے۔

صدیوں اس خطہ پر حکومت کرنے کے بعد مسلمانوں کا سیاسی نظام ختم ہو چکا تھا، عدالتی اور انتظامی سسٹم ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا، عسکری قوت اور شان و شوکت سے وہ محروم ہو چکے تھے، اور ان کا علمی و تہذیبی ڈھانچہ بھی شکست وریخت سے دوچار تھا۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا میدانِ کار چونکہ علمی، فکری اور تہذیبی تھا اس لیے ان کی جدوجہد اور خدمات کو اسی دائرے میں دیکھا جاسکتا ہے۔

۱۸۵۷ء سے قبل اس خطہ کے مسلمانوں کے دینی اور معاشرتی ڈھانچے کی بنیاد چار چیزوں پر تھی، (۱) قرآن کریم۔ (۲) حدیث وسنت۔ (۳) فقہ حنفی اور (۴) سلوک واحسان۔

مسلمانوں کے معاملات انہی حوالوں سے طے پاتے تھے اور یہی اصول اس وقت کی اسلامی معاشرت کی بنیادوں کی حیثیت رکھتے تھے، مگر ۱۸۵۷ء کے بعد جب سب کچھ پامال ہو گیا تو مسلم معاشرت کی یہ چاروں بنیادیں بھی خطرات سے دوچار ہوئیں اور نئے معاشرتی ڈھانچے کی تشکیل میں ان بنیادوں کو کمزور کرنے کی مہم شروع ہو گئی۔

قرآنِ کریم کا براہِ راست انکار تو ممکن نہیں تھا مگر اس حوالہ سے یہ تبدیلی ضرور سامنے آئی کہ قرآنِ کریم کی جو تعبیر و تشریح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے اب تک اجماعی تعامل و توارث کی صورت میں چلی آ رہی تھی اسے ماضی کا حصہ قرار دے کر قرآنِ کریم کی نئی تعبیر و تشریح کا نعرہ لگا دیا گیا اور کہا گیا کہ اب قرآنِ کریم اور اس کے احکام و قوانین کی تعبیر و تشریح ماضی کے مسلمہ اصولوں کی بجائے عقل، سائنس اور کامن سینس کے حوالہ سے ہو گی۔

اس کے ساتھ حدیث و سنت کی ضرورت سے ہی انکار کر دیا گیا، فقہ کو ماضی کے جمود کی علامت قرار دے کر راستے سے ہٹانے کی کوششیں شروع ہو گئیں اور سلوک و احسان کو قرآن و سنت سے الگ بلکہ اس کے متوازی فلسفہ کے طور پر متعارف کرانے کی باتیں ہونے لگیں، جبکہ عمومی معاشرت میں مغربی طور طریقوں کی پیروی کو وقت کی ضرورت قرار دیا جانے لگا، حتٰی کہ ماضی کی علمی و تہذیبی بنیادوں کی نفی یا کم از کم انہیں سابقہ عرف و تعامل کی پٹڑی سے اُتار دینے کی اس تگ و دو کے بعد نبوت کا منصب بھی مجوزہ تبدیلیوں کی زد میں آ گیا اور نئی نبوت کی ضرورت کا کھڑاگ رچانا ضروری سمجھا گیا۔

اس ماحول میں سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ مسلمانوں کے معاشرتی ماحول کو ماضی کی ان اقدار بلکہ بنیادوں سے کاٹ دینے کی اس مہم کا مقابلہ کیا جائے اور

ماضی کے علمی، دینی، معاشرتی، فکری اور روحانی تسلسل کو ہر حالت میں باقی رکھا جائے، اس مقصد کے لیے علماء حق کا ایک پورا گروہ اور قافلہ میدان میں اترا جس نے صبر آزماجدوجہد کے ساتھ حال اور مستقبل کو ماضی سے کاٹ دینے کی اس مہم کو ناکام بنادیا، ان میں حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی محنت اور تگ ودو ہمیں اس لحاظ سے ممتاز اور نمایاں نظر آتی ہے کہ انہوں نے احکام القرآن کو مستقل طور پر موضوع بحث بنایا اوراپنی نگرانی میں قرآنی احکام کو علمی وفقہی بنیاد پر از سر نو مرتب کراکے امام ابو بکر جصاص اورامام ابن العربی کی یاد پھر سے تازہ کر دی۔

حدیث وسنت کی ضرورت واہمیت کو دلائل کے ساتھ واضح کیااوراپنے مایہ ناز شاگرد حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی سے اعلاء السنن کے عنوان سے ضروریات زمانہ کے مطابق احادیث نبویہ کاوقیع ذخیرہ از سر نو مرتب کراکے علماء کی راہنمائی کی۔

اپنی معرکۃ الآراء تفسیر بیان القرآن میں سلوک واحسان کے مسائل کو قرآنی آیات سے مستنبط کرکے یہ واضح کیا کہ سلوک واحسان کوئی باہر سے آنے والی چیز نہیں بلکہ اس کی علمی جڑیں قرآن کریم میں ہی پیوست ہیں۔ عمومی معاشرت کی اصلاح اور مسلمانوں کے خاندانی ماحول کودینی احکام پرباقی رکھتے ہوئے اسے انگریزاورہندوتہذیب کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے بہشتی زیور جیسی کتاب لکھی جو مسلمانوں کے گھریلوماحول میں دین کے ساتھ وابستگی کاایک بڑاذریعہ ثابت ہوئی اور خاص طور پر خواتین کو دینی احکام سے آگاہ کرنے کے لیے ایک معاشرتی تحریک کی صورت اختیار کرگئی۔ مختلف عقائد کی غلط تعبیر وتشریح اور مروجہ رسوم وبدعات کو مستقل طور پر موضوع بحث بناکر سنت نبوی کی پیروی کاذوق بیدار کیا۔

سلوک واحسان کے ماحول کو خانقاہی حوالہ سے نہ صرف قائم رکھا بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی اصلاح کرکے خارجی اثرات سے اسے پاک کیا۔

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

حکیم الامت رحمہ اللہ ایک عبقری شخصیت

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی ذات مجموعہ کمالات اور جامع انواع فضائل تھی حافظ، قاری مدرس، مفسر، محدث، فقیہ، واعظ، صوفی متکلم، مناظر، ناظم، ناشر اور خانقاہ نشیں یہ سب کچھ تھی جس کی شہادت آپ کے آثارِ علمیہ سے ملتی ہے، لیکن ان سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ رحمہ اللہ نے اپنے تمام فضائل و کمالات کو فن تصوف کی اصلاح و تکمیل میں صرف فرمایا۔

آپ رحمہ اللہ کی تعلیم و تربیت تصنیف و تالیف وعظ و تبلیغ کی بدولت عقائد حقہ کی تبلیغ ہوئی مسائل صحیحہ کی اشاعت عمل میں آئی رسوم و بدعات کا قلع قمع ہوا، سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا احیاء ہوا، غافل چونکے، سوتے جاگے، بھولوں کو یاد آئی، تعلق مع اللہ کا ماحول گرمایااور وہ فن جو جوہر سے خالی ہوچکا تھا شبلی وجنید وبسطامی وجیلانی، سہروردی رحمہم اللہ اور سرہندی بزرگوں کے خزانے سے معمور ہوگیا یہ وہ شان تجدید تھی جو اس صدی میں مجددوقت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مخصوص فرمائی۔

آپ کے تجدیدی کارنامے اور اصلاحی خدمات پر روشنی ڈالنے کے لئے ایک دفتر بھی ناکافی ہے، آپ کا علم و عمل، تدبر و حکمت، تفقہ و تقویٰ، دینی، ملی، علمی، خانقاہی اور تعلیم وارشاد کے میدان میں آپ کی ایسی لازوال اور عدیم الفطرت خدمات ہیں۔ کہ اس مختصر تحریر میں ان کا اجمالی تعارف بھی بہت مشکل ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ جیسی شخصیت مدتوں میں پیدا ہوتی ہے، لیکن ان کے کردار و عمل، خلوص واستقامت اور زہد و تقویٰ کے روشن کئے ہوئے چراغ صدیوں تک آنے والی نسلوں کو منزل کا پتہ دیتے رہیں گے۔

حضرت تھانوی کی زندگی اور آپ کے ملفوظات ومواعظ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو برائیاں پید ہوگئی ہیں ان

کے سد باب کی جانب حضرت تھانوی نے پیہم جدوجہد کی، حکیم الاسلام مولانا قاری طیب رحمہ اللہ سابق رئیس دارالعلوم دیوبند"دارالعلوم کی پچاس مثالی شخصیات"میں فرماتے ہیں"حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے فیض علمی وروحانی سے ایک عالم کو مستفید کیا،لاکھوں گمراہ انسانوں کو دیندار اور پرہیز گار بنایا،سلوک وتصوف کے ذریعہ ایسی اصلاح عقائد واعمال کی کہ حیرانی ہوتی ہے، گزشتہ صدی میں ہندوستان میں کسی شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد ان سے بے نیاز نہیں رہے۔

ہندوستان کے دوبڑے تعلیمی ادارے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اکثر وبیشتر عمائدین حکیم الامت حضرت تھانوی سے اور دوسرے اکابرین دیوبند سے مستفیض ہوئے ان میں سید سلیمان ندوی ،مولانا عبدالباری ندوی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں،جو حکیم الامت سے فیضیاب ہوئے۔ رحمہم اللہ

حکیم الامت رحمہ اللہ کی محفل ارشاد

حضرت تھانوی کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات علم وحکمت کی در بیش بہا ہوا کرتی تھی،اس لئے حضرت تھانوی کے مواعظ وملفوظات کی جس قدر اشاعت ہوئی ہے،ماضی قریب میں کسی بزرگ کے مواعظ وملفوظات کو اس درجہ مقبولیت حاصل نہیں ہوئی ،حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے علوم ومعارف کا گنج ہائے گرانمایہ عطا فرمایا تھا، آپ کی تحریرات کی طرح آپ کے ملفوظات ومکتوبات بھی انتہائی معنیٰ خیز اور علوم ومعارف سے لبریز ہیں اور یہ ملفوظات ومکتوبات نہ صرف وقتی ضرورت اور تقاضے پورے کرتے ہیں، بلکہ ہر دور میں ان کی اہمیت اور افادیت مسلم ہے، اسی لئے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات کو جمع کرنے کا حد درجہ اہتمام کیا گیا۔

حضرت تھانوی ہمارے بزرگوں میں سب سے زیادہ کثیر التصانیف ہیں،بلکہ تاریخ اسلام کے چند ممتاز ترین کثیر التصانیف مصنفین کی مختصر سے مختصر فہرست

بنائی جائے تو اس میں حضرت تھانوی کا نام ضرور شامل ہو گا، پھر حضرت تھانوی کا امتیاز تصانیف کی تعداداور کمیت ہی کے بارے میں ہی نہیں، بلکہ کیفیت کے بارے میں بھی ہے، ہر تصنیف شاہکار اور بیش بہاعلوم ومعارف کا ذخیرہ ہے، جماعت دیوبند کے ایک ممتاز فقیہ وعالم دین اور معروف دانشور ومصنف مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی مدظلہ العالی (مقیم لندن) اپنے ایک مضمون میں مولانا تھانوی کی تعداد تصانیف سے متعلق رقم طراز ہیں (اشرف السوانح جو حضرت تھانوی کی سب سے مستند سوانح ہے) میں خواجہ عزیز الحسن مجذوب نے حضرت کی تصنیفات اور مواعظ کی تعداد ٦٦٦ر لکھی ہے اور ان کی پوری فہرست درج فرمائی ہے (ملاحظہ ہو؛ اشرف السوانح حصہ سوم؛ ۳۴۵تا۳۵۹)

وہ فہرست حضرت تھانوی کی حیات تک کی ہے، اس کے بعد بھی کچھ اضافہ ہوا ہو گا، لیکن تمام سوانح نگاروں کے مطابق تصنیفات، مجموعہ مواعظ، مجموعہ ملفوظات اور مجموعہ مکتوبات سب کی تعداد ملاکر ایک ہزار کے اندر ہے، بعض حضرات کا ایک ہزار کتابوں کا حضرت تھانوی کی طرف منسوب کرنا تسامح ہے جس کا ازالہ کیا جانا چاہئے (ماخوز الفرقان ماہ دسمبر صفحہ ۴۳) بندہ عاجز محمود الرشید حدوٹی نے اس سے پہلے بھی یہ اصلاح کی ہے کہ جس شخص نے بھی حضرت تھانوی کی تصانیف کی تعداد لکھی ہے وہ اپنی معلومات کے مطابق لکھی ہے، خواجہ عزیز الحسن مجذوب کی بتائی ہوئی تعداد اس لیے زیادہ معتبر لگتی ہے کہ یہ فنافی التھانوی تھے۔ حدوٹی)

سید سلیمان ندوی کے قول کے مطابق بھی حضرت تھانوی نے اپنی تصنیفات جن کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہیں، اپنے بعد اپنی یادگار چھوڑی ان میں چھ سو کے قریب مواعظ ہیں ان تصنیفات میں سب سے بڑی کتاب تفسیر بیان القرآن ہے جو بارہ جلدوں میں ہے، اس کے بعد فقہ میں فتاویٰ امدادیہ کی جلدیں ہیں۔

حضرت تھانوی نے بہت زیادہ کتابیں تحریر فرمائی ہیں، کثرت تصانیف کے پیچھے کیا راز پنہاں تھا اس بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمایا کہ ”مجھے زیادہ کتب بینی کا شوق نہیں ہوا، کیونکہ نفس علم کو مقصود نہیں سمجھا، علم کے لئے جتنے علم کی ضرورت ہے، اس میں اپنے بزرگوں پر مکمل اعتماد وانقیاد تھا، جو کچھ کتاب وسنت کی تعبیر میں انہوں نے فرمایا تھا، اس پر دل مطمئن تھا اور جن تصنیفات کا ذکر آیا، تو عرض کیا گیا، کہ آپ کی جب اتنی تصنیفات ہیں تو ان کے لئے آپ نے ہزاروں کتابیں بھی دیکھی ہوں گی ، تو حضرت تھانوی نے ارشاد فرمایا”چند کتابیں ضرور دیکھی ہیں، جن کے نام یہ ہیں، ① حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ② حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب ③ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ان کتابوں نے مجھے سب کتابوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی محیر العقول خدمات

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کیا عجیب شان رہی ہے ، اللہ تعالیٰ نے مسلمانان برصغیر پر خاص نظر رحمت فرمائی تھی کہ انہیں دیوبند جیسے علمی ادارے اور اس ادارے سے وابستہ دیگر متبرک شخصیات کے ساتھ حضرت تھانوی جیسی جامع الکمالات علمی وروحانی شخصیت سے فیض اٹھانے کا موقع دیا، ظاہری علم کی طرف جائیں تو کونسا فن ہے، جس میں آپ کا تحقیقی کام نہیں اور علم باطن کی جانب نگاہ دوڑائیں تو اصلاح وارشاد اور تربیت وتزکیہ کی کون سی جہت ہے، جس میں حضرت کی محیر العقول خدمات صدقہ جاریہ کے طور پر چہار سو پھیلی نظر نہیں آتیں، تفسیر وحدیث ہو یا فقہ وفتاویٰ، سیرت طیبہ کا دل گداز موضوع ہو یا منطق و فلسفہ کی سنگلاخ زمین، کوئی فن ایسا نہیں جس میں آپ کے عبقری الصفت قلم نے وقیع نگارشات یادگار نہ چھوڑی ہوں، ان بلند پایہ علمی کاموں کی کثرت اور تنوع کو

دیکھ کر آپ کو مجدد ملت کا خطاب بھی دیا گیا، اور یہ بھی کہا گیا کہ اگر آپ کے علمی کاموں کو آپ کی زندگی کے برابر کے دنوں پر تقسیم کیا جائے تو فی دن کئی صفحات بنتے ہیں۔

''بہشتی زیور'' ایک لازوال شاہکار

حکیم الامت حضرت تھانوی کی تصنیفات میں ایک سے بڑھ کر ایک ہے، لیکن بہشتی زیور کی شکل میں جو تحفہ آپ نے عوام الناس کو دیا، وہ بلاشبہ ایک منفرد شاہکار اور لازوال یادگار ہے، علماء ہوں یا عوام، سات پردوں میں رہنے والی گھریلو خواتین ہوں یا جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے روشن خیال حضرات سب کے سب اس سے یکساں طور پر مستفید ہوتے رہے ہیں اور اس کتاب نے گھرداری کے اصولوں اور گھریلو چٹکلوں سے لیکر پیچیدہ دینی مسائل میں محقق اور مستند اقوال تک راہنمائی میں وہ بے مثال کردار ادا کیا ہے کہ اگر پوچھا جائے وہ کونسی کتاب ہے؟ جس نے گزشتہ صدی میں اُردو خواں طبقہ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟ تو جواب میں ''بہشتی زیور'' کا مقابلہ شاید ہی کوئی کتاب کر سکے، ایک زمانہ ایسا تھا کہ کوئی مسئلہ دیکھنا ہوتا یا تعویذ دینا ہوتا تو ''بہشتی زیور'' ہی پہلا اور آخری مرجع ہوتا تھا، یعنی بہشتی زیور متعدد المقاصد کتاب تھی اور قرآن کریم (واحادیث نبویہ) کے بعد اسی کا مقام و منصب تھا برصغیر میں کون سا گھر ہوگا جہاں جس کی دینی وروحانی ضرورت کا مرجع و منبع اور عقیدت کا محور یہ کتاب نہ رہی ہو۔

دراصل بہشتی زیور بنیادی طور پر خواتین اور بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے لکھی گئی تھی لیکن اس کی مقبولیت اور اس سے استفادہ اس درجہ کا تھا کہ رفتہ رفتہ ''عوامی دینی نصاب'' بن گئی برصغیر کا شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو اردو پڑھ سکتا ہو، اسے دین کی شدبد ہو اور اس نے اس کتاب کا مطالعہ نہ کیا ہو، ''وقت بدل جاتا

ہے مگر کتابیں زندہ رہتی ہیں۔" اس مقولہ کا مصداق بہشتی زیور سے بڑھ کر اور کونسی چیز ہوگی؟ خدا جانے اس کے کتنے ایڈیشن چھپے؟ کہاں تک یہ کتاب پہونچی کتنی زبانوں میں چھپی اور کب تک اس کا فیض پہونچتا رہے گا، بہشتی زیور اردو جیسی زندہ تابندہ زبان میں ہے اور زندہ زبانوں کی تعبیرات، محاورات، اور اسلوب بیان کی تبدیلی نیا رنگ وروپ عطا کرتی ہے، یہی تبدیلی اور تغیر بولیوں اور زبانوں کا حسن ہے

کچھ کتابیں ایسی لازوال ہوتی ہیں کہ زمان ومکان کی تبدیلی ان پر اثر نہیں کرتی، بہشتی زیور بھی ایسا ہی لازوال شاہکار ہے، چونکہ بنیادی طور پر یہ عوام کے لئے لکھی گئی ہے اور عوامی دینی نصاب کی پہلی اینٹ ہے، اس لئے بہت سے علماء کرام نے خصوصاً جن کو معاشرے میں دینی تعلیم عام کرنے اور عامۃ المسلمین کو دینی معلومات سے روشناس کرانے کا ذوق ہے اس پر مختلف انداز سے تسہیل واضافات کے کام کئے، دراصل ان کوششوں کے پیچھے یہ ذہن کار فرما ہے، کہ حضرت حکیم الامت نے خود اس کی تسہیل وترتیب کی اجازت دی تھی، دیکھئے: (اصلاح خواتین : ص۴۲۸ بحوالہ وعظ اصلاح الیتامی ملحق حقوق وفرائض: ص۴۰۲)

حضرت تھانوی کی وصیت اور نظام الاوقات: یوں تو حضرت نے جو وصیتیں فرمائی ہیں وہ سب کی سب حرز جان بنانے کے لائق ہیں، لیکن یہاں ان میں سے صرف تین باتیں نقل کی جاتی ہیں، فرمایا حتی الامکان دنیاومافیھا سے جی نہ لگاویں اور کسی وقت فکرِ آخرت سے غافل نہ ہوں ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیام اجل آجائے تو فکر اس تمنا کا مقتضی نہ رہے اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں۔

حضرت تھانوی نے اپنی زندگی میں اس طرح کا نظام الاوقات مقرر کر رکھا تھا کہ جن حضرات کو آپ سے ملاقات کرنے کا اتفاق ہوتا تو ان کو معلوم ہوتا کہ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اس وقت کوئی کام انجام دے رہے ہوں گے اور فلاں کام فلاں مقررہ وقت پر انجام دیں گے۔

وقت کی قدر و قیمت

ایک مرتبہ خود فرمایا: میں نے نظام لاوقات کے سلسلہ میں کبھی کسی کو پریشانی میں نہیں ڈالا، جو انتظام ایک دفعہ ہو گیا اس کے خلاف کبھی نہیں کیا، اسی واسطے لوگوں کو میری تجاویز پر اعتماد ہے، وقت کی قدر و قیمت کے متعلق فرمایا بے کار وقت کا کھونا بہت برا ہے، اگر کچھ بھی کام نہ ہو تو بھی انسان گھر کے کام میں لگ جائے گھر کے کام میں لگنے سے دل بھی بہلتا ہے اور عبادت بھی ہے یہ مجمعوں میں بیٹھنا خطروں سے خالی نہیں۔

پابندی وقت کے متعلق فرمایا: ہر شخص اپنے وقت کا حساب کرے تو ثابت ہو جائے گا کہ نصف سے زیادہ وقت خراب ہوتا ہے، وقت کو خراب نہ کیا جائے تو بہت کام ہو جائے مگر پابندی وقت ہم لوگوں نے ایسی چھوڑی ہے کہ اس کا کرنا نئی بات معلوم ہوتی ہے، بعض باتیں قومی شعار ہو جاتی ہیں پھر سب اس کے خلاف کو عیب سمجھتے ہیں مسلمانوں کے لئے تضیع اوقات شعار ہو گئی ہے اب کوئی وقت کی پابندی کرے تو اس کو نکو بتایا جاتا ہے (حسن العزیز، ۳۰۹،۴)

درسیات سے فراغت حاصل کی، اس وقت آپ کی عمر ۱۷ اور ۲۰، برس کے درمیان تھی، تعلیم سے فارغ ہو کر آپ مدرسہ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے اور وہاں چودہ سال تک درس تدریس میں مشغول رہے، دیوبند میں مولانا یعقوب صاحب آپ کے استاد خاص رہے ان ہی کی زیر نگرانی آپ نے اس زمانے میں افتاء کی مشق بھی کی، اس زمانے میں آپ کو مناظرے سے دل چسپی بھی تھی اور آریوں کے مقابلے میں کئی معرکے سر کئے، آپ کی اعلی علمی استعداد کو دیکھتے ہوئے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ

"جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم رہو گے باقی سارا میدان صاف، آپ کی دستار فضیلت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے متبرک ہاتھوں سے ہوئی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کی توجہات خصوصی آپ کے ساتھ وابستہ رہیں، حضرت تھانوی کے مجازین کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب پہونچتی ہے، جو آپ کے بعد بھی اس کام میں مصروف رہے اور اس دائرہ فیض کا اثر نہ صرف ہندوستان وپاکستان کے طول وعرض تک پہونچا بلکہ حجاز وافریقہ اور ان تمام ملکوں میں جہاں ہندوستانی مسلمان پھیلے ہیں (مگر اب حضرت کا کوئی بھی خلیفہ بقید حیات نہیں)

{دلی معــذرت} میں صاحبان علم وعرفان سے یہاں دلی معذرت خواہ ہوں، یہ مضمون ماہنامہ "آب حیات" مارچ ۲۰۲۰ء کی اشاعت میں شامل تھا، اس کے مصنف کا علم نہیں ہو سکا، نام کے بغیر ہی اس زمانے میں زیور طباعت سے آراستہ ہو گیا تھا، مضمون بڑی اہمیت کا حامل ہے، آج جب اسے اس کتاب میں شامل کرنے کا موقع آیا تو میں نے اسے ماہنامہ "آب حیات" مارچ ۲۰۲۰ء سے ہی اٹھا لیا، جب اس میں واحد متکلم کے صیغے صاحب قلم نے استعمال کیے تو میں حیرت میں مبتلا ہو گیا کہ یا اللہ! یہ واحد متکلم کون سی ہستی ہیں؟ بہت پریشانی ہوئی، مجھے اس مضمون کے لکھاری کا نام نہیں مل سکا، اس لیے میں نے افادہ عام کے لیے اسے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے، بس اس سے فیض اٹھایا جائے اور لکھنے والے کے لیے دعا فرمادیں کہ اللہ اس وقیع ومؤقر مضمون کو قبول فرمائے اور لکھنے والے کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے، چونکہ میری عادت نہیں ہے کہ میں دوسروں کی محنت اپنے کھاتے میں ڈالوں، دوسروں کی محنتوں کا کریڈٹ خود لوں، دوسروں کی خوبیوں کا سہرا اپنے سر باندھوں، اس لیے میں نے دلی معذرت کی ہے کہ مجھے معاف کر دیجیے، یہ مضمون شامل مضامین ہے میرا نہیں ہے۔

تصور پاکستان اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ

ماہنامہ ''آب حیات'' لاہور کی اشاعت مارچ ۲۰۲۰ء میں متکلم اسلام، بانی مرکز اہل سنت والجماعت ، مصنف کتب اسلامیہ حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب کا ایک مضمون بھی شامل اشاعت تھا، اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر یہاں دوبارہ پیش خدمت ہے، امید ہے باقی مضامین کی طرح یہ مضمون بھی پسند کیا جائے گا۔ مولانا محمد الیاس صاحب لکھتے ہیں

پاکستان کا ابتدائی تصور اور شرعی خدوخال: جون ۱۹۲۸ء کو مولانا عبدالماجد دریابادی رحمہ اللہ کی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی، تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرمانے لگے ''جی یوں چاہتا ہے کہ ایک خطہ پر خالص اسلامی حکومت ہو، سارے قوانین و تعزیرات وغیرہ کا اِجراء احکامِ شریعت کے مطابق ہو، بیت المال کا نظام قائم ہو، نظامِ زکوٰۃ رائج ہو، شرعی عدالتیں قائم ہوں، مسلمانوں کو اس کے لیے کوشش کرنی چاہیے، دوسری قوموں کے ساتھ مل کر یہ نتائج کہاں حاصل ہوسکتے ہیں۔؟ (تعمیر پاکستان از منشی عبدالرحمان ص ۳۵)

تاریخی حقیقت وصداقت

گویا پاکستان کا ابتدائی تصور اور اس کے شرعی خدوخال در حقیقت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے پیش کردہ ہیں، پاکستانی تاریخ کے مستند تاریخ نویسوں نے اس کو بلاجھجک لکھا ہے چنانچہ منشی عبدالرحمان مرحوم نے ''تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی'' میں ، مولانا عبدالماجد دریا بادی مرحوم نے ''حکیم الامت'' میں یہی بات لکھی ہے، نقوش و تاثرات میں بھی قریباً قریباً یہی بات درج ہے، اقبال مرحوم نے الہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں خطبہ صدارت کے دوران اس تصور کو مزید واضح کر کے ظاہر فرمایا۔

مسلم لیگ کی اسلامی و فکری تربیت: حصولِ آزادی اور قیام پاکستان کے لیے جو جماعت میدان عمل میں بر سرپیکار تھی وہ مسلم لیگ تھی، اس جماعت کی فکری و اسلامی تربیت کے لیے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے دل میں جذبہ خیر خواہی موجزن تھا، چنانچہ ایک دن مولانا شبیر علی تھانوی رحمہ اللہ سے فرمانے لگے "میاں شبیر علی! ہوا کا رخ بتا رہا ہے کہ لیگ والے کامیاب ہو جائیں گے اور جو سلطنت ملے گی وہ ان ہی لوگوں کو ملے گی جن کو آج سب فاسق و فاجر کہتے ہیں، مولویوں کو تو ملنے سے رہی، لہٰذا ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ یہی لوگ دین دار بن جائیں اور جو سلطنت قائم ہو وہ دین دار لوگوں کے ہاتھ میں ہو تا کہ اللہ کے دین کا ہی بول بالا ہو۔) مقدمہ حیات امداد ص ۲۴)

قائد اعظم سے علماء کے وفود کی ملاقاتیں: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ارباب مسلم لیگ بالخصوص قائد اعظم کی طرف اپنے خصوصی تربیت یافتگان کے وفود بھیجے، چنانچہ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۸ء کو پٹنہ میں مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمہ اللہ کی قیادت میں مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ، مولانا شبیر علی تھانوی رحمہ اللہ، مولانا عبد الجبار رحمہ اللہ، مولانا عبد الغنی پھول پوری رحمہ اللہ اور مولانا معظم حسین امروہی رحمہ اللہ پر مشتمل پہلے وفد نے قائد اعظم سے ملاقات کی، جس میں مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا گیا اور قائد اعظم کو نماز پڑھنے کی تلقین کی گئی، قائد اعظم نے فرمایا: میں گناہگار ہوں، خطاوار ہوں، آپ کو حق ہے کہ مجھے کہیں! میرا فرض ہے کہ اس کو سنوں، میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ نماز پڑھا کروں گا۔(روئیداد از مولانا شبیر علی تھانوی ص ۵)

اس کے بعد دوسرا وفد ۱۲ فروری ۱۹۳۹ء کو مولانا ظفر احمد عثمانی کی زیر قیادت دہلی پہنچا جس میں مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمہ اللہ مولانا شبیر علی تھانوی وغیرہ شامل تھے، وفد نے نہایت افہام و تفہیم کے ماحول میں قائد اعظم پر یہ بات روز

روشن کی طرح واضح کر دی کہ اسلام میں سیاست مذہب سے الگ نہیں بلکہ مذہب کے تابع ہے، اس موقع پر قائد اعظم نے فرمایا: "دنیا کے کسی مذہب میں سیاست مذہب سے الگ ہو یا نہ ہو میری سمجھ میں اب خوب آ گیا ہے کہ اسلام میں سیاست مذہب سے الگ نہیں بلکہ مذہب کے تابع ہے۔)روئیداد از مولانا شبیر علی تھانوی ص ۷)

اس کے بعد بھی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے معتمد اور سفیر مولانا شبیر علی تھانوی رحمہ اللہ قائد اعظم سے مسلسل ملاقاتیں کرتے رہے چنانچہ ایک ملاقات میں قائد اعظم نے مولانا شبیر علی تھانوی رحمہ اللہ سے فرمایا" آپ تو کبھی تشریف لاتے ہیں اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی باتیں مجھے سمجھاتے ہیں، علماء میرے پاس بہت آئے مگر سب مجھ سے موجودہ سیاست میں بات کرتے ہیں جس سے وہ حضرات ناواقف ہیں اور میں مذہب سے ناواقف ہوں، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے آپ کو ایک مرتبہ بھی کسی سیاسی امر میں گفتگو کے لیے نہیں بھیجا، مجھے آپ کے ذریعہ خاص مذہبی معلومات ہوتی ہیں جو اور جگہ نصیب نہیں ہوتی، اگر آپ کو کچھ اور کہنا ہو تو بیٹھ جایئے مجھے کوئی جلدی نہیں ہے میں بڑے شوق سے سنوں گا۔ (روئیداد، شبیر تھانوی)

قائد اعظم کا اعتراف: غرضیکہ ان وفود کا قائد اعظم پر اتنا مثبت اثر ہوا کہ فرمانے لگے، مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے جس کا علم و تقدس اگر ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے میں تمام علماء کا علم و تقدس رکھا جائے تو اس کا پلڑا بھاری ہو گا اور وہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ہیں جو ایک چھوٹے سے قصبہ میں رہتے ہیں مسلم لیگ کو ان کی حمایت کافی ہے اور کوئی موافقت کرے یا نہ کرے ہمیں پرواہ نہیں۔(روئیداد از مولانا شبیر علی تھانوی)

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

مولانا شبیر علی تھانوی رحمہ اللہ قائد اعظم سے اپنی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے قائد اعظم کا فرمان نقل کرتے ہیں، اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ میں بے چوں چراں آپ کا کہا مانوں تو میں تیار ہوں آج تک تو میں آپ سے سمجھنے کے لیے بحث بھی کیا کرتا تھا، لیکن آج کے بعد میں خاموش بیٹھ کر سنوں گا اور مذہبی معاملات میں جو ہدایات آپ دیں گے ان کو تسلیم کروں گا کیونکہ مجھے حضرت تھانوی پر پورا پورا اعتماد ہے کہ مذہبی معاملات میں ان کا پایہ بہت بلند ہے اور ان کی رائے درست ہوتی ہے۔" (روئیداد از مولانا شبیر علی تھانوی ص ۱۰)

نواب جمشید علی خان کا تجزیہ: نواب جمشید علی خان سے قائد اعظم بہت متأثر تھے وہ انہیں "یارِ غار" تصور کرتے تھے، عموماً موسم سرما میں اپنی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح کے ہمراہ آرام کرنے کے لیے نواب صاحب کے ہاں باغ پت میں تشریف لے جایا کرتے اور ہفتوں وہاں رہتے، نواب صاحب اپنے ایک مکتوب مورخہ ۴ اپریل ۱۹۵۵ میں لکھتے ہیں:

یہ بالکل حقیقت ہے کہ قائد اعظم کی تمام تر دینی تربیت حضرت تھانوی کا فیضان تھا اور ان کا اسلامی شعور حضرت والا (حضرت تھانوی) کی بدولت تھا، مولوی شبیر علی صاحب نے قائد اعظم کو حضرت والا کے قریب لانے میں بڑا کام کیا۔

اپنے اسی مکتوب میں چند سطور کے بعد لکھتے ہیں کہ قائد اعظم باغ پت کے دوران قیام میں حضرت والا کا بہت خلوص اور ادب سے تذکرہ فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ قائد اعظم کو تھانہ بھون حاضر ہونے کا انتہائی شوق تھا لیکن افسوس چند در چند وجوہات کی بناء پر ان کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔

مسلم لیگ کی حمایت میں تفصیلی فتویٰ: ۱۰ فروری ۱۹۳۸ء کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے مسلم لیگ کی حمایت میں ایک تفصیلی فتویٰ (جو تنظیم

المسلمین کے نام سے شائع ہو چکا ہے) جاری فرمایا، جبکہ اس سے پہلے دو قومی نظریے کی حمایت جھانسی الیکشن میں فرما چکے تھے۔

جھانسی الیکشن میں حمایت کے مضمرات: جھانسی الیکشن پہلا الیکشن تھا جو مسلم لیگ کانگریس نے علیحدہ ہو کر لڑنا تھا، اس لیے حضرت تھانوی نے اس کی حمایت فرمائی، یہاں یہ بات یاد رہے کہ جب تک مسلم لیگ کانگریس کے ساتھ رہی حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان کی حمایت نہیں فرمائی، حضرت تھانوی رحمہ اللہ شروع ہی سے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے علیحدہ ریاست اور الگ تنظیم کے حق میں تھے بلکہ اس کے زبردست محرک تھے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اسی فکر و نظر کو بعد میں دو قومی نظریہ کا نام دیا گیا، گویا برصغیر میں پاکستان کی داغ بیل ڈالنے اور الگ آزاد مسلم ریاست کے لیے راہ ہموار کرنے والے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور آپ کے رفقاء کار ہیں۔

مسلم لیگ کی کامیابیوں میں بنیادی کردار: تاریخ اس بات پر چیخ چیخ کر شہادت دے رہی ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے علمی سپوتوں نے مسلم لیگ کی کامیابیوں کے خاکے میں اپنی محنت سے رنگ بھرا ہے، ان میں چند اہم نام یہ ہیں: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ، مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ، قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمہ اللہ، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ، شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ، مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ، مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ، مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ، مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ اور مولانا اطہر علی و دیگر ان لوگوں کی مسلسل محنت اور جدوجہد نے مسلم لیگ کی کامیابیوں میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

پاکستان کے بارے قائد اعظم کے افکار: علمائے حق کی متواتر محنت اور قائد اعظم سے مسلسل ملاقاتوں کا اثر قائد اعظم کی تقاریر سے بھرپور طریقے سے ظاہر

ہوتا ہے، وہ آزاد اسلامی ریاست کے خواہاں تھے اور اس میں اسلام کا نظام چاہتے تھے، چند تاریخی حقائق پیش ہیں: ۱۷ فروری ۱۹۳۸ء کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اسٹریچی ہال میں فرمایا: "مجھے اپنے اسلامی کلچر اور تہذیب سے بہت محبت ہے، میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ہماری آنے والی نسلیں اسلامی تمدن اور فلسفہ سے بالکل بیگانہ ہو جائیں۔

۱۴ دسمبر ۱۹۴۲ء کو کراچی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "پاکستان کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہے کہ پاکستان میں اللہ کے دین کا نظام قائم ہو گا۔

۱۹ مارچ ۱۹۴۴ء پنجاب اسٹوڈنٹس فیڈریشن لاہور کی سالانہ کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: " ہمیں ہلالی پرچم کے علاوہ کوئی اور پرچم درکار نہیں۔ اسلام ہمارا رہنما ہے جو ہماری زندگی کا مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء سرحد مسلم لیگ کانفرنس پشاور میں دوران خطاب فرمایا: "مسلمان؛ پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں جہاں وہ اپنے ضابطۂ حیات، اپنے تمدنی ارتقاء، روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کر سکیں۔

۲۴ نومبر ۱۹۴۵ء مردان کے جلسۂ عام سے خطاب کے دوران فرمایا: "پاکستان کی آزاد مسلم مملکت کے حصول میں بھی اپنا کردار ادا کریں جہاں مسلمان اسلامی فرمانروائی کا نظریہ پیش کر سکیں گے۔"

۲۶ نومبر ۱۹۴۶ء کو سید بدرالدین احمد کو اپنی قیام گاہ پر ایک تفصیلی انٹرویو دیا جس میں آپ نے برملا کہا: "دنیا کی تمام مشکلات کا حل اسلامی حکومت کے قیام میں ہے، اسی قیام کی خاطر میں لندن کی پرسکون زندگی کو رد کر کے عظیم مفکر علامہ اقبال کے اصرار پر واپس آ گیا، ان شاء اللہ پاکستان کے نظام حکومت کی بنیاد لا الہ الا اللہ ہی

ہو گی اور اس پر ایسی فلاحی اور مثالی سٹیٹ قائم ہو گی کہ دنیا اس کی تقلید پر مجبور ہو جائے گی۔

۷ جولائی ۱۹۴۷ء کو لندن مسلم لیگ کے نام پیغام میں فرماتے ہیں: "خدا کے فضل سے ہم دنیا میں اس نئی عظیم خود مختار اسلامی ریاست کی تعمیر مکمل اتحاد، تنظیم اور ایمان کے ساتھ کر سکیں گے۔"

۱۹ دسمبر ۱۹۴۶ء کو مصری ریڈیو پر خطاب کے دوران فرمایا: "ہم چاہتے ہیں کہ ایک آزاد خود مختار قوم کی حیثیت سے اپنی زندگی بسر کریں اور ان تمام اقدار کا تحفظ کریں جن کا اسلام علمبر دار ہے۔"

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دستور ساز اسمبلی کے افتتاح کے موقع پر ماؤنٹ بیٹن کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: "اکبر بادشاہ نے جس فراخ دلی کا مظاہرہ کیا وہ ہمارے لیے کوئی نئی بات نہیں اس کا آغاز ۱۳۰۰ برس پہلے ہو گیا تھا جب ہمارے نبی کریم ﷺ نے فتح کے بعد نہ صرف زبانی طور پر بلکہ عملی طور پر یہودیوں اور عیسائیوں سے فراخدلانہ سلوک کیا، مسلمانوں کی تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو لاہور میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "اگر ہم قرآن حکیم سے رہنمائی حاصل کریں تو بالآخر فتح ہماری ہو گی، میرا آپ تمام لوگوں سے یہی مطالبہ ہے کہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے کے لیے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کریں۔

۱۴ دسمبر ۱۹۴۷ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل سے دوران خطاب فرمایا: "میں صاف طور پر واضح کر دوں کہ پاکستان اسلامی نظریات پر مبنی ایک مملکت ہو گی۔

۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء کو پاکستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے کراچی بار ایسوسی ایشن کے استقبالیے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میں ان لوگوں کے عزائم نہیں

سمجھ سکا جو جان بوجھ کر شرارت کر رہے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ پاکستان کے آئین کی بنیاد شریعت پر نہیں ہو گی، ہماری زندگی پر آج بھی اسلامی اصولوں کا اسی طرح اطلاق ہوتا ہے جس طرح ۱۳۰۰ سال پہلے ہوتا تھا۔

۱۴ فروری ۱۹۴۸ء میں سبی دربار بلوچستان میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام محمد ﷺ نے ہمارے لیے بنایا، ہمیں چاہیے کہ اپنی جمہوریت کی بنیادیں صحیح معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں۔"

۲۱ فروری ۱۹۴۸ء کو افواج پاکستان سے خطاب کرتے ہوئے کہا: اب آپ کو اپنے ہی وطن عزیز کی سرزمین پر اسلامی جمہوریت، اسلامی معاشرتی عدل اور مساوات انسانی کے اصولوں کی پاسبانی کرنی ہے۔(تصور پاکستان)

پاکستان کے بارے علامہ اقبال کے افکار: قائد اعظم کی طرح علامہ محمد اقبال کے ذہن میں پاکستان کا جو نقشہ تھا اس میں اسلام کو بنیادی حیثیت حاصل تھی، چنانچہ ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو الہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں خطبۂ صدارت پیش کرتے ہوئے فرمایا: "برصغیر ہندوستان میں بھانت بھانت کے لوگ اور مختلف مذاہب کے ماننے والے بستے ہیں چنانچہ مسلمان اپنے لیے مسلم انڈیا کے قیام کے مطالبے میں پورے پورے حق بجانب ہیں۔

(Speeches and Statements Of Iqbal Page 12)

۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کو علامہ اقبال نے قائد اعظم کو تفصیلی خط لکھا جس میں انہوں نے کہا کہ "ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے قانون اور اسلامی شریعت میں اس مسئلے کا حل خود موجود ہے مگر شریعت کے نفاذ اور ترقی کے لیے ہندوستان میں ایک آزاد مسلم ریاست یا ریاستوں کے قیام کی ضرورت ہے۔

(letters of Iqbal to Jinnah)

قرار دادِ مقاصد: پاکستان بن جانے کے بعد دستور سازی اسمبلی نے ایک قرار داد منظور کی جسے "قرار داد مقاصد" کہا جاتا ہے۔ اسے پاکستان کے دستور میں بنیادی حیثیت ہے، قرار دادِ مقاصد کا متن: بسم اللہ الرحمن الرحیم چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے، اور اسی نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیارِ حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لیے نیابتاً عطا فرمایا ہے اور چونکہ یہ اختیارِ حکمرانی ایک مقدس امانت ہے۔

لہٰذا جمہور پاکستان کی نمایندہ یہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے، کہ آزاد اور خود مختار مملکت پاکستان کے لیے ایک دستور مرتب کیا جائے، جس کی رو سے مملکت تمام حقوق و اختیاراتِ حکمرانی، عوام کے منتخب کردہ نمایندوں کے ذریعے استعمال کرے، جس میں اصول جمہوریت و حریت، مساوات و رواداری اور سماجی عدل کو، جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے، پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے، کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر، اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنّتِ رسول میں متعین ہیں، ترتیب دے سکیں۔ جس کی رو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے، کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذہبوں پر عقیدہ رکھ سکیں، اور ان پر عمل کر سکیں، اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔

جس کی رُو سے وہ علاقے جو اب پاکستان میں داخل ہیں یا شامل ہو گئے ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو آیندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں ایک وفاق بنائیں، جس کے ارکان مقرر کردہ حدود اربعہ و متعینہ اختیارات کے ماتحت خود مختار ہوں۔

جس کی رُو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے اور ان حقوق میں قانون و اخلاق عامہ کے ماتحت مساوات، حیثیت و مواقع، قانون کی نظر میں برابری، سماجی،

اقتصادی اور سیاسی عدل، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور ارتباط (میل جول اور باہمی تعلق) کی آزادی شامل ہو۔ جس کی رو سے اقلیتوں اور پس ماندہ و پست طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔ جس کی رو سے عدلیہ کی آزادی مکمل طور پر محفوظ ہو۔ جس کی رو سے وِفاق کے علاقوں کی حفاظت، اس کی آزادی اور اس کے جملہ حقوق کا جن میں اس کے بر و بحر اور فضا پر سیادت کے حقوق شامل ہیں، تحفظ کیا جائے۔ تاکہ اہلِ پاکستان فلاح اور خوش حالی کی زندگی بسر کر سکیں اور اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز اور ممتاز مقام حاصل کر سکیں، اور امن عالم کے قیام اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود میں کماحقہ اضافہ کر سکیں۔

قرار دار مقاصد کے ضمن میں: اس قرارداد مقاصد کے ضمن میں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک پاکستان کے دستور کی بنیاد "قرارداد مقاصد" پر ہے جس میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ کو تسلیم کر کے قرآن و سنت کی حدود میں رہتے ہوئے عوام کے منتخب نمائندوں کو یہ منصب سونپا گیا ہے کہ وہ ملک کا نظام اسی کے مطابق چلائیں، اس لیے عوامی نمائندوں کو ہر سطح پر اس دستور کی پاسداری کرنا ضروری ہے تاکہ پاکستان کے حصول و قیام کے مقاصد کی تکمیل ہو سکے۔

دستور میں یہ بات طے شدہ ہے کہ اس آزاد اسلامی ریاست (پاکستان) کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ اس میں اٹل حقیقت کے طور پر یہ بات بھی موجود ہے کہ یہاں قرآن و سنت کے منافی قوانین نافذ نہیں کیے جاسکتے بلکہ تمام قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے کا عہد بھی اس میں کیا گیا ہے۔

مروجہ قوانین کی اسلامی حیثیت کے تعین کے لیے وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل یہ دو دستوری ادارے اپنا اپنا کام کر رہے ہیں، مذکورہ اداروں کی حیثیت کو بے حیثیت کرنے والے افراد اور ان کی سوچ کی ہر پلیٹ فارم پر حوصلہ

شکنی کی جائے تاکہ عوام میں قرارداد مقاصد کی اہمیت بر قرار رہے۔ قرار داد مقاصد کے مطابق ملکی فیصلے کرنے سے پاکستان کا آئینی تشخص بین الاقوامی دنیا میں مثالی اور قابل تقلید بن جائے گا۔ اس قرارداد میں اہلیان وطن کے عوامی، سماجی، سیاسی، معاشرتی اور مذہبی مسائل کے حل کی صلاحیت موجود ہے، لہذا اس کے حقیقی تقاضوں پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لیے سنجیدہ اقدامات کی ضرورت ہے۔

تاریخ قیام پاکستان: تاریخ میں تحریک آزادی پاکستان کا عرصہ مسلمانان برصغیر پر کڑی آزمائش کے طور پر گزرا، اہل حق علماء کی شبانہ روز محنتوں میں پہلے سے کہیں زیادہ اضافہ ہوا، قوم میں شعور آزادی اور جذبہ قربانی پیدا کرنے کے لیے قائداعظم کے دست بازو بن کر علمائے دیوبند نے مخلصانہ، مدبرانہ اور قائدانہ کردار ادا کیا، اس کا نتیجہ ۲۷ویں رمضان بروز جمعۃ المبارک ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی صورت میں ظاہر ہوا، تاریخ کا یہ باب بہت اندوہناک بھی ہے اور طویل بھی۔

چنانچہ منشی عبدالرحمان اس حقیقت کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں کہ ” جب ۲۷ رمضان المبارک یعنی ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء بروز جمعۃ المبارک جشن پاکستان منایا جانے لگا تو ملک کی سب سے بڑی مقتدر ہستی یعنی قائد اعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان نے علماء ربانی کی تاریخی خدمات کے اعتراف کے طور پر پاکستان کے پرچم کشائی کا اعزاز علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کو بخشا، کراچی میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اور ڈھاکہ میں مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے تلاوت قرآن مجید اور مختصر تقریر کے بعد اپنے متبرک ہاتھوں سے آزاد پاکستان کا پرچم آزاد فضا میں لہرا کر دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کو اسلامی ممالک کی برادری میں شامل کرنے کی رسم کا افتتاح کیا۔ پاکستانی فوجوں نے پرچم پاکستان کو پہلی سلامی دی اور سب نے مل کر یہ ترانہ گایا: ”اونچا رہے نشاں ہمارا“

اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اسلامی سلطنت کے قیام کی جو آواز سب سے پہلے جون ۱۹۲۸ء میں دربار اشرفیہ سے بلند ہوئی تھی اس کے خدام نے اگست ۱۹۴۷ء میں اس کی رسم افتتاح ادا کی۔(تعمیر پاکستان، منشی عبد الرحمان ص ۱۳۶) حصول وطن کے مقاصد کو سنجیدگی سے دیکھا جائے اور بانیان پاکستان کے افکار کو اگر قریب سے دیکھا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ سب مل کر ایک آزاد، خود مختار اسلامی، نظریاتی، فلاحی اور مثالی ریاست کے خواہاں تھے۔ جس کے لیے ان سب نے مل کر عزم و ہمت اور کامیابی کی ایسی لازوال داستان رقم کی کہ تا قیامت پاکستان میں پیدا ہونے والا ہر فرد ان کا احسان مند، مشکور و ممنون رہے گا۔

اضافہ از مدیر اعلیٰ آب حیات

پاکستان ہمارے اکابرین کی کاوشوں اور محنتوں سے معرض وجود میں آ گیا ہے، ہمیں اس کی قدر کرنا چاہیے مگر حقیقت یہ ہے کہ جن مقاصد کے حصول کے لیے یہ مملکت خداداد قائم ہوئی تھی ان مقاصد سے ابھی یہ کوسوں دور ہے، پاکستان بننے کے بعد ملک ان ہاتھوں میں چلا گیا جن کو دین کی سمجھ بوجھ نہیں تھی، جن کو سمجھ بوجھ تھی انہیں ملک کی مشینری چلانے سے عمداً دور رکھا گیا، انہیں مختلف حیلوں اور بہانوں بلکہ گہری سازشوں کے تحت ایوانہائے اقتدار سے دور رکھا گیا جہاں ملک میں قوانین معرض وجود میں آتے اور عملی شکل اختیار کرتے ہیں، جن لوگوں نے پاکستان کے قیام کی جدوجہد کی ان کے پیروکاروں کو صرف تسبیح خوانی اور وعظ و نصیحت کی حد تک قابل ستائش گردانا گیا اور عملی سیاست میں ان کی عملداری کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا، جس سے ملک اس ڈگر پر نہیں چل سکا۔

حکیم الأمت ایک جامع کمال شخصیت

حضرت مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ اپنے ایک مضمون میں یگانہ روز گار علمی شخصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمام بزرگان دین اور ارباب علم و کمال میں جس سے میری حد درجہ کی عقیدت ہے اور بہت متاثر ہوا ہوں، اور جس کو اپنے بساط ناقص کے مطابق اور اپنے خیال میں ان تمام سابقہ فنون و علوم کے سب سے زیادہ مہارت تامہ اور کامل دسترس رکھنے والا اور متخصص سمجھتا ہوں وہ حضرت حکیم الامت مجدد ملت، حافظ الحاج قاری مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی کی ذات گرامی اور عالی مرتبت شخصیت ہے۔(ماہنامہ الحسن خصوصی اشاعت نومبر دسمبر ۱۹۹۸ء)

مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ اکابر کے علوم وفنون کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں "حضرت تھانوی نے مذکورہ بالا جملہ فنون اور علمی میدانوں میں قابل قدر اور عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں، خصوصاً وہ میدان جس سے علماء کرام اور عوام دونوں کا واسطہ پڑتا ہے اس میں آپ نے مجددانہ اور مصلحانہ اور نہایت قابل قدر تصنیفات و خطبات اور اصلاح و تربیت کے عظیم فرائض اور اعمال کر کے دکھائے اور امت کے لیے بطور ذخیرہ چھوڑ گئے اس میدان میں تصوف، افتاء، اصلاح رسوم و عقائد، تربیت نفس و اخلاق اور اسلامی سیاست شامل ہیں۔

(۱) تصوف و سلوک میں امام مجدد والف ثانی رحمہ اللہ کے کارنامے اور کتابیں بھی بہت مبارک اور قابلِ قدر اور لائق صد تحسین اور تبریک ہیں، مگر ان کی تصنیفات عام فہم سے بالاتر ہیں، اس طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تصنیفات اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے معارف و علوم سے علماء کرام ہی استفادہ کر سکتے ہیں، مگر حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مختلف اسالیب اور طریقوں سے تصوف کی اصلاح اور تعلیم فرمائی، جس سے علماء کرام کے علاوہ عوام بھی استفادہ کر سکتے ہیں اور جس میں پوری

وضاحت اور فضاحت کے ساتھ شریعت و طریقیت کی وحدت اور اتحاد اور صرف کتاب و سنت مطہرہ پر کامیابی و نجات کا دارو مدار قرار دے دیا گیا ہے۔(ماہنامہ الحسن لاہور اشاعت خاص)

مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اس سلسلے میں حضرت تھانوی کی جملہ تصنیفات مثلاً شریعت و طریقت، راہ قلندر، التکشف عن حقیقۃ التصوف، التعرف باحادیث التصوف، تربیت السالک، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت، الافاضات الیومیہ وغیرہ مرجع عام و خاص ہیں اور ہر شخص ان سے بقدر فہم واستطاعت فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور ہر زمانہ کے لیے کار آمد اور ضروری ہیں۔

② فقہ اور افتاء میں حضرت کی تصنیفات مثلاً امداد الفتاویٰ ۸ جلد، بوادر النوادر، البدائع، بہشتی زیور اور دیگر مختلف رسائل عجیب و غریب ہیں، جن میں آپ کو جدید و قدیم اور پیش آنیوالے واقعات کے مسائل اور احکام ملیں گے، صرف بہشتی زیور بھی امت کے جملہ عام اور ضروری عقائد و مسائل اور اخلاق و معاملات کے لیے کافی ہے جو حضرت نے لڑکیوں اور خواتین کے لیے تالیف فرمائی سے میں نے بعض مشائخ حدیث و فقہ کے پاس بہشتی زیور کے سات مختلفت طباعتوں کے نسخے موجود پائے ہیں، جن سے وہ استفادہ کرتے ہیں، شوافع حضرات کے ہاں یہ مشہور ہے، کہ اگر دنیا سے کتاب اللہ اور سنت مطہرہ اور اسلام کی جملہ کتابیں ختم ہو جائیں اور امام غزالی کی کتاب احیاءعلوم باقی ہو تو وہ امت کے لیے کافی ہو گی تو یہ جملہ میں اپنے ناقص سمجھ کے مطابق بہشتی زیور کے بارے بفرض محال کہہ سکتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

③ اصلاح رسوم و عقائد میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایسی مبارک اور عام فہم تصنیفات لکھ دی ہیں، جن سے کوئی شخص بھی جو طالب حق ہو، مستغنی نہیں ہو سکتا، مثلا اصلاح الرسوم، الانتباہات المفیدہ، وغیرہ ان سب میں کتاب و سنت اور اجماع

اہل السنۃ والجماعت کی روشنی میں، دین اسلام کے جملہ ضروری عقائد کی وضاحت فرمائی ہے اور جملہ شرکیات بدعات اور خرافات وہمیات اور ہندوانہ رسومات کا قلع قمع کیا ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا

④۔ تربیت نفس واخلاق میں مہارت تامہ اور امتیازی اور خصوصی شان رکھنے کی بنا پہ آپ کو حکیم الامت کا خطاب دیا گیا ہے، یہ خطاب تکوینی طور پر زبان زد عوام اور خواص ہے اور یہ سر الٰہی کا مظہر اور مقبولیت عند اللہ کی بڑی علامت ہے اس سلسلے میں حضرت کے مواعظ حسنہ اور مجالس عامہ اور خاصہ کے خطابات اور تربیت کی جملہ کتابیں بہت زیادہ مفید ہیں اور ہر دور اور علاقے کے لیے نسخہ شفاء روحانی ہے اگر کسی شخص کا تعلق کسی مرشد اور مصلح سے نہ بھی ہو، تو اس کے لیے حضرت کی یہ تصنیفات ایک اعلی مرشد اور خاص مربی کی حیثیت رکھتی ہیں۔

⑤ اسلامی سیاست کے میدان میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ وہ پہلے عظیم راہنما اور قائد ہیں، جن کی ہدایات پر پاکستان کا تصور قائم ہوا، اور یہ مملکت خداداد معرض وجود میں آئی آپ ہی کے ارشادات کے مطابق دو قومی نظریہ کی خوب نشر واشاعت ہوئی اور آپ ہی نے کانگریس کی دسیسہ کاریوں سے، جس کی قیادت ہندو متعصب ور شاطرانہ فریب کاروں کے ہاتھ میں تھی اور ان کے دجل وفریب اور خطرات سے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا اور ایک علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام کے لیے مسلم لیگ کی حمایت، اور کانگریس اور اکھنڈ بھارت کی مخالفت میں اور کانگریس سے دور رہنے کے بارے میں ، فتوے شائع کرا دیے اور محمد علی جناح کو اپنے خالص متعلقین اور شاگردوں کی وساطت سے ہدایات بھیجتے رہیں اور ان کے مساعی جمیلہ سے، اگر ایک طرف انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوئے تو دوسری طرف ہندو بنیا اور مشرک قوم کے دام فریب میں نہیں آئے اور ہمیشہ کے لیے غلام بن جانے سے اللہ تعالی نے بچائے رکھا وللہ الحمد علی ذلک۔ (ماہنامہ الحسن اشاعت خاص)

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

حکیمُ الامّت مولانا اشرف علی تھانوی کی زندگی اُمتِ مسلمہ کے لیے ایک مینارہ نور ہے، اُن کی فکر و نظر نے جہاں قرآن کی اعجاز بیانی کو عامۃُ الناس کے فہم کے قریب کر دیا، وہاں حدیثِ نبوی ﷺ کے دقائق کو بھی نہایت سہل پیرایہ میں جلوہ گر فرمایا، علومِ دینیہ کے جس شعبہ پر بھی اُن کی توجہ مبذول ہوئی، وہاں تحقیق کی گہرائی اور تدقیق کی باریکی نے گویا ایک نیا ذوق اور ایک نیا باب کھول دیا۔

یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی ذات اپنے اندر ایک پورا مکتبِ فکر سموئے ہوئے ہے، اُن کی تصانیف، مواعظ اور ملفوظات میں وہ ہمہ گیریت ہے جو ایک طرف اہلِ علم کے لیے دلیل و برہان کا سرچشمہ ہے اور دوسری جانب عام مسلمانوں کے لیے اصلاح و تربیت کا زینہ، گویا اُن کی تحریریں اور تقریریں علم و عرفان کے بحرِ ذخّار اور حکمت و موعظت کے گلزار ہیں۔

مولانا کی علمی و روحانی خدمات ایسی ہیں کہ وقت کی گرد اُنہیں دھندلا نہیں سکتی، آج بھی اگر کوئی دل کی ویرانی کو ایمان و یقین کی بہار سے آراستہ کرنا چاہے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے کلماتِ حکمت و نصیحت اُس کے لیے چراغِ راہ ثابت ہوں گے، اُن کی زندگی کا پیغام یہی ہے کہ دین کے ہر گوشے کو اعتدال، تحقیق اور اخلاص کے ساتھ برتا جائے اور عمل کے ہر مرحلہ میں شریعت کی پاسداری کو ملحوظ رکھا جائے۔

حضرت حکیمُ الامّت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی علمی و روحانی زندگی ایک ایسا بحرِ ناپیدا کنار ہے جس کے کناروں تک رسائی ممکن نہیں، آپ کی ہر کتاب ایک دُرِ حکمت ہے اور ہر وعظ ایک آئینۂ بصیرت، قرآن کی تفسیر میں اُن کا اسلوب ایسا کہ اہلِ علم محوِ حیرت اور عوام مستفید و سرشار، حدیث کی تشریح میں ایسی متانت و دلنشینی کہ دل کو یقین اور ذہن کو سکون نصیب ہو۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے وقت کے اجتماعی مسائل کو نظر انداز نہیں فرمایا بلکہ اُن کے حل کے لیے مدلّل اور متوازن راہیں متعین کیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کو "حکیم الامّت" کا لقب دیا گیا، کہ گویا اُمت کے زخموں پر مرہم رکھنے والے اور اُن کے روحانی و دینی درد کا علاج کرنے والے تھے۔

ایک موقع پر فرمایا: اگر دل کی اصلاح مقصود ہے تو سب سے پہلے زبان کی اصلاح کی جائے، کیونکہ دل اور زبان کا رشتہ بڑا قریبی ہے۔ دل کی خرابی زبان پر اور زبان کی خرابی دل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہی وہ ناصحانہ جواہر ہیں جو حضرت کی مجالس اور ملفوظات میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ہر جملہ گویا آئینۂ اصلاح اور ہر نصیحت چراغِ ہدایت ہے۔

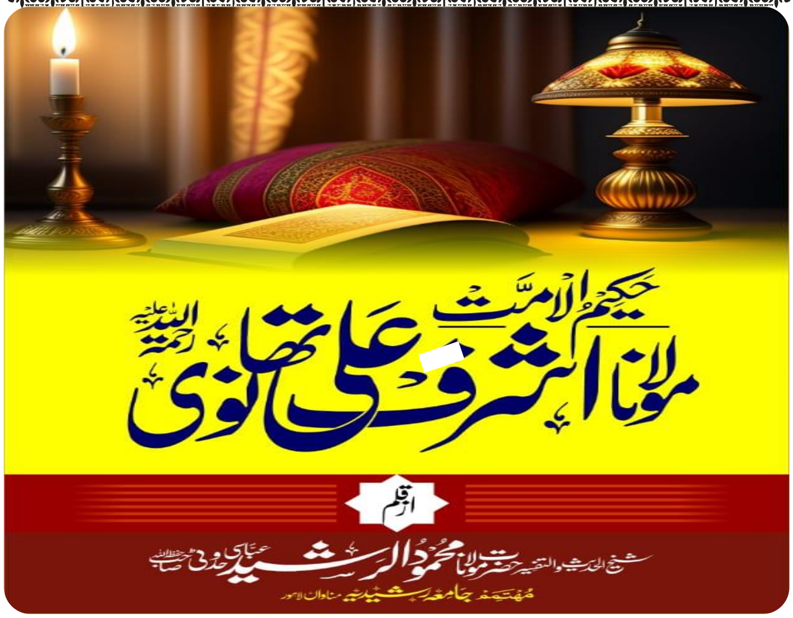
حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تصنیفات پر نظر ڈالئے تو ''بیان القرآن'' جیسی شاہکار تفسیر سے لے کر ''اشرف الجواب'' جیسے دقیق علمی مباحث تک، ہر کتاب میں اعتدال و حکمت کی روشنی نمایاں ہے۔ آپ نے دین کے جس پہلو پر قلم اُٹھایا، اُسے محققانہ تحقیق اور اصلاحی بصیرت کے ساتھ پیش کیا۔

یوں تو اکابرِ ہند کی ایک کہکشاں ہے، لیکن مولانا تھانوی اس کہکشاں کے درخشندہ ترین ستاروں میں سے ہیں، اُن کے علوم و معارف کا فیض تا قیامت جاری رہے گا اور اہلِ ایمان اُن کے آثار سے ہدایت و بصیرت کی روشنی پاتے رہیں گے۔

حضرت تھانوی کا وجود برِّصغیر کے مسلمانوں کے لیے خداوندِ کریم کی ایک عظیم نعمت تھا، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن اور اپنے کام میں ایک تحریک تھے، اُن کی علمی میراث اور اصلاحی جدوجہد اس قابل ہے کہ نسل در نسل محفوظ رکھی جائے اور آئندہ آنے والے طلبہ و محققین کے لیے مشعلِ راہ قرار پائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اکابر علمائے حق کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے، ہمیں دنیا و عقبیٰ دونوں جہان میں کامیاب و کامران کر دے۔

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء



2

جامعہ رشیدیہ
0300-9458876
غوث گارڈن 2 جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

عارف باللہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ

بندہ عاجز(حدوٹی) نے آج سے ۳۵سال پہلے یکم نومبر ۱۹۸۹ءکوروزنامہ مشرق لاہور کی اشاعت ملی میں حکیم الامت،عارف باللہ مولانااشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی خدمات جلیلہ پرایک مضمون تحریر کیاتھا،جواس طویل زمانے میں کسی دوسری جگہ اشاعت پذیر نہیں ہوسکا،اسے افادہ عام کے لیے پیش نظر مجموعہ میں یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہاہوں۔ملاحظہ فرمایئے۔

اس کائنات رنگ وبومیں خالق کائنات نے بڑے بڑے صاحب کمالات لوگ پیدا کئے ہیں،جنہوں نے انسانیت کو ضلالت وبے رہ روی سے بچاکر صراط مستقیم پر گامزن کرنے کی ہر ممکنہ سعی کی،علماء صلحاء مشائخ عظام ہر دور میں اور ہر زمانہ میں دین خداوندی اور سنت نبویہ کو پھیلانے میں مصروف رہے،جو توحید و سنت کو عام کرکے شرک وکفر کی وادیوں میں سرگرداں لوگوں کے لئے چراغ ہدایت ثابت ہوئے،تصنیف و تالیف کے ذریعہ وعظ ونصیحت کے ذریعہ تقریر و تبلیغ کے ذریعہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین متین کو بھولے بھٹکے انسانوں کے قلوب واذہان میں بٹھایا،انہوں نے آلائشوں کو برداشت کرکے آرائشوں کو الوداع کیا،انہوں نے مصائب و آلام جھیل کر،مشقتیں اور مصیبتیں سہہ کر قال اللہ و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدا کو ہر آواز پر بلند کرنے کی کوشش کی،ہر آن ولمحہ یہ لوگ دینِ حق کی اشاعت و تبلیغ میں مصروف کاررہے،اپنی من مانیوں کو چھوڑکر،اپنی خواہشات کو دبا کر،اپنے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر دین الٰہی اور سنت نبوی کے تقاضوں کو بہر صورت پورا کرنے کی جدوجہد کی ہے۔

انہی صفات حسنہ سے موصوف شخصیات میں سے ایک شخصیت حکیم الامت مولاناشاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ بھی ہیں،جنہوں نے ہوش سنبھالتے ہی دین کے ساتھ

لگن اور محبت کرنی شروع کر دی بھی مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا بچپن، شباب بڑھاپا سب ہی دین کی خدمت، دین کی تڑپ اور دین کی اشاعت و تبلیغ میں بسر ہوا جن کی زندگی کا ہر ہر لمحہ اور ہر ہر قدم سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے پروگرام کے مطابق اٹھتا تھا۔

ولادت باسعادت

حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، شیخ عبد الحق صاحب مرحوم کے لخت جگر اور نور نظر تھے، حضرت تھانوی ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو بروز بدھ دنیا میں جلوہ افروز ہوئے، آپ رحمہ اللہ اپنے بزرگوار والد مرحوم کے بڑے صاحب زادے تھے، آپ رحمہ اللہ کے والد مرحوم کی نرینہ اولاد نہ تھی، لیکن مشیت ایزدی میں جو مسطور ہوتا ہے اس کی حکمتوں اور اس پنہائیوں سے کون قبل از وقت روشناس ہو سکتا ہے، آخر بڑی مدت کے بعد اللہ تعالی نے شیخ عبد الحق مرحوم کو دو بیٹوں سے نوازا، ایک کا نام اشرف علی اور دوسرے کا نام اکبر علی رکھا، حضرت اشرف علی کے والد بزرگوار اور والدہ ماجدہ بڑے ہی صاحب جاہ لوگوں میں سے تھے، آپ کا سلسلۃ الذہب والد کی طرف سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اور والدہ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے، حضرت اشرف علی نے ابھی اپنی عمر ناپائیدار کے پانچ ہی ورق الٹے اور پلٹے تھے کہ والدہ ماجدہ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، اس وقت حضرت تھانوی لاشعوری میں تھے، والدہ کی موت کی یاد خاص نہ تھی والدہ مرحومہ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد حضرت تھانوی اپنی تائی صاحبہ کی آغوش میں پرورش پانے لگے۔

حضرت شیخ عبد الحق کو اپنی بہنوں کے ساتھ والہانہ اور غایت درجہ محبت وانس تھا، حضرت شیخ عبد الحق بڑے ہی مالدار اور صاحب جائیداد بزرگ تھے، شیخ عبد الحق

صاحب علم و صاحب فراست تھے، عمر کے تجربات و مشاہدات عامہ سے کئی باتیں محسوس کر لیا کرتے تھے، حضرت اشرف علی کی ذہانت اور سمجھداری کی باتیں چھوٹی عمر عزیز میں دل کو کھینچنے لگیں، چنانچہ شیخ عبد الحق نے اپنے لخت جگر نور نظر کو اپنے ہونہار اور فطین فرزند کو دین خداوندی کے حصول کی خاطر وقف کرنے کا عزم بالجزم کر لیا۔

تعلیم و تربیت

حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم قرآن میرٹھ میں حاصل کی، قرآن حکیم حافظ حسین احمد سے حفظ کیا، چھوٹی چھوٹی فارسی کتب و قاعدوں کی تعلیم بھی انہی سے یہیں رہ کر حاصل کی، اس کے بعد درمیانی کتب فارسی حضرت مولانا فتح محمد صاحب سے پڑھیں اور آخری کتب اپنے ماموں جناب واجد علی صاحب سے پڑھیں، جنہیں فکر و فن میں ید طولی حاصل تھا، بعد ازاں عربی علوم کے حصول کی خاطر بر صغیر پاک و ہند کی عظیم دینی اور مایہ ناز یونیورسٹی دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے، وہاں پہنچ کر عربی علوم کے حصول کے ساتھ ہی باقی ماندہ کتب فارسی سکندر نامہ، قصائد وغیرہ حضرت مولانا منفعت علی جن کو فارسی ادب میں دست گاہ اور مہارت تامہ حاصل تھی سے پڑھیں۔

۱۳۰۱ھ میں علم و عمل میں کامل ہو کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے دستار فضیلت بندھوانے کا شرف عظیم حاصل ہوا، یہ حضرت تھانوی کی عمر عزیز کا بیسواں ورق الٹ رہا تھا، حضرت مولانا حافظ حسین احمد، مولانا فتح محمد، مولانا واجد علی، مولانا منفعت علی کے علاوہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور مولانا محمد یعقوب کی خصوصی شفقتیں اور خصوصی نظریں ان ہی کی طرف مرکوز تھیں، حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نے پانچ سال دیوبند میں رہ کر ۲۰ سال کی قلیل

عمر میں علوم عقلیہ و نقلیہ میں کامل دستگاہ حاصل کر کے اپنے والد ماجد جناب شیخ عبد الحق کی امیدوں اور حسرتوں کو پورا کیا، ان کے لگائے ہوئے گلشن کی آبیاری کی، اشرف السوانح جو حضرت حکیم الامت کی حیات ہی پر لکھی گئی تھی میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی طالب علمی کے عجیب و غریب واقعات قلمبند کیے ہیں جن کو پڑھ کر زمانہ حال کے طلباء کرام حیرت میں گم ہو کر رہ جائیں۔

تصانیف تھانوی رحمہ اللہ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تصانیف کی تعداد ایک روایت کے مطابق چودہ سو کے لگ بھگ ہے اور ایک روایت کے مطابق ایک ہزار کے قریب ہے، اس شغل اور اس میدان کی شہ سواری کی ابتداء آپ رحمہ اللہ نے بچپن اور دور طالب علمی ہی سے کی تھی، پہلی کتاب جو آپ نے ۱۸ سال کی عمر میں بزبان فارسی لکھی تھی اس کا نام مثنوی زیر و یم ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تصانیف کے کئی زبانوں میں تراجم بھی ہوئے ہیں۔

کثرت تصانیف

کثرت تصانیف کی وجوہات کئی ہیں اول یہ کہ دورانِ تعلیم آپ کا اختلاط عام طلباء کے ساتھ نہ ہوتا تھا بلکہ اپنے کام میں ہمیشہ مصروف و منہمک رہتے تھے دوم آپ اساتذہ کرام کی غایت تعظیم و تکریم کرتے تھے، دورانِ فراغت اسباق اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور مزید معلومات میں اضافہ کرتے تھے، سوم جہاں آپ تعلیم حاصل کر رہے تھے وہاں قریب ہی آپ کے اعزا و اقارب مقیم تھے، حضرت کو بار بار عرض کرتے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لا کر کھانا تناول فرمایا کریں، حضرت ان کے ہاں بھی نہ جاتے تھے، چہارم حضرت کو وقت اور تعلیم کے احساس کے علاوہ

مستقبل کی گوناگوں ذمہ داریوں کا بھی بڑی شدت سے احساس تھا۔

مقبول عام کتب

حضرت تھانوی رحمہ اللہ، موقع محل کی مناسبت سے نپی تلی اور کھری بات کرنے کے عادی تھے، مسلم قوم کی گرتی ہوئی حالت کو دیکھے کر بہت سخت مخزون ہوتے اور پھر طریق تبلیغ ایسا عجیب و غریب کہ آج بھی ہم حیران ہیں کہ حکیم امت کا امت مرحومہ کی بیمار نبض پر کس طرح سخت کنٹرول تھا، جس طبقہ کے لئے وعظ و نصیحت و تقریر کرتے یا جس موضوع کے متعلق کتاب لکھتے جس طبقہ کے لئے مفید ہوتے اس کی عقل و فراست کا پورا پورا خیال رکھتے تھے، ’’ بہشتی زیور‘‘ آپ نے طبقہ نسواں کی آگاہی کے لئے لکھی، جس کی سلیس اور آسان اردو معمولی پڑھے لکھے طبقہ کے لئے نہایت ہی موزوں ہے، اسی طرح، اصلاحی نصاب، بہشتی گوہر اور دیگر سینکڑوں کتب شہرہ آفاق مقام کی حامل ہیں، تفسیر بیان القرآن ۱۲ جلدوں میں لکھی جو اپنا ثانی نہیں رکھتی، علاوہ ازیں دین کے اس درد نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے ایسی تفصیلی خدمت لی جو دوسرے کسی عالم کو حاصل نہ ہو سکی، آپ کے مواعظ، ملفوظات سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں مطبوعہ حالت میں دستیاب ہیں، جن میں اسلامی افکار و نظریات اسلام کی صداقت، شرک و بدلت کی تردید، شریعت و طریقت کی اہمیت تعلیم کی ضرورت اخلاق کی بلندی، اعمال کی درستگی، اصلاح نسواں، اصلاح معاشرت، سلوک و ادب تربیت سالک، پند و نصائح اسلامی احکام مذہبی خدمات جیسے بیش بہا مضامین کا تانتا بندھا ہوا ہے، جن کو پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے، ان کتابوں اور مضامین میں عقلی و نقلی دلائل سے اسلام کی حقانیت ثابت کی گئی ہے۔

حلقہ درس

فراغت تعلیم کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ چودہ برس تک کانپور میں درس و

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

تدریس کے ذریعہ جام توحید اور جام سنت بھر بھر کر تشنگان علوم کو پلاتے رہے، سوائے ۲۵ روپے کے ۲۶ واں روپیہ تنخواہ نہ تھی، ان ۲۵ روپے پر بھی حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ ناراض ہوتے ان کی چاہت یہ ہوتی تھی کہ یہ زائد رقم ہے میری پاکٹ کا خرچ تو صرف ۵ روپیہ اور ۵ روپیہ کے لئے کافی وافی ہو جاتا ہے، ان ۲۵ روپوں کو میں کہاں سنبھالوں ؟ چودہ برس کانپور میں تدریس کے علاوہ وعظ و تقریر کرنے کے لئے ، قصبوں اور دیہاتوں میں چلے جاتے تھے ،لوگوں کا ہجوم پروگرام شروع ہونے سے پہلے ہی وہاں ہو جاتا تھا، کئی کئی گھنٹے علم و عرفان کی موسلا دھار بازش چھما چھم برستی رہتی اور سامعین کے دلوں میں اثر کرتی جاتی تھی۔

بعد ازاں آپ کسی وجہ سے کانپور کو چھوڑ کر گنج مراد آباد میں سنت نبوی کے چراغ فروزاں کرنے کے لئے پہنچ گئے، جہاں آپ محلہ ٹیکاپور میں درس حدیث دینے لگے اور ایک نیا مدرسہ جامع العلوم معرض قیام میں آگیا، جس میں اطراف واکناف سے طلباء علم حاصل کرنے کے لئے آتے اور علمی جام بھر بھر کر جاتے تھے، کانپور میں دوران قیام کئی لوگ ان کی بے لوثی، سادگی، للّٰہیت، خدا ترسی پر فریفتہ ہو گئے، اب گنج مراد آباد پہنچے، یہاں بھی عقیدت مندوں کا ایک ہجوم بیکراں ہر وقت لسان تھانوی رحمہ اللہ سے صادر ہونے والے موتیوں کو اٹھانے کی تاک میں منتظر رہتا، یہ وہ دور ہے جب آپ پورے طور پر عالم شباب میں بھی نہ پہنچے تھے۔

روشنی کے مینار

حضرت مولانا شاہ محمد اشرف تھانوی رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں بیٹھنے والوں کی تعداد ان گنت ہوا کرتی تھی، جو شخص بچپن ہی سے مسند تدریس کو زینت بخشے اور علم و عرفان کی بارش برسانے میں مصروف ہو جائے اس کے سننے والوں کی تعداد کتنی ہو گی؟ اس کا اندازہ لگانا محال نہیں لیکن مشکل ضرور ہے، پھر بھی ان تربیت یافتہ

لوگوں میں سے بعض نام یہ ہیں جنہوں نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے طے کئے، حضرت مولانا محمد اسحاق بردوانی رحمہ اللہ، مولانا محمد رشید کانپوری رحمہ اللہ مولانا احمد علی فتح پوری رحمہ اللہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ صادق الیقین کرسوی رحمہ اللہ مولانا شاہ لطیف رسول رحمہ اللہ، مولانا حکیم محمد مصطفی بجنوری رحمہ اللہ مولانا فضل حق بارہ بنکی رحمہ اللہ

اس وادی گل کا ہر غنچہ خورشید جہاں کہلایا ہے
جو رند یہاں سے اٹھا ہے پیر مغاں کہلایا ہے
امداد ورشید واشرف کا یہ قلزم عرفان پھیلے گا
ہپ شجر طیب پھیلا ہے تا وسعت پھیلے گا

بیعت وسلوک

مولانا نجم الحسن صاحب (رحمہ اللہ) نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مختصر سوانح ترتیب دی ہے، اس میں یہ واقعہ لکھا موجود ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے بیعت ہونے کا شوق تھا، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ ایک دن دیو بند آئے، تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ والہانہ محبت سے آگے بڑھے، اینٹوں کے روڑے سے پاؤں پھسل گیا، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے آپ رحمہ اللہ کو تھام لیا، اگرچہ اس وقت آپ بیعت کی حکمت اور حقیقت سے ناآشنا تھے لیکن پھر بھی آپ نے درخوست کر ہی دی، حضرت گنگوہی نے دوران تعلیم اس کو مناسب نہ سمجھا اور انکار فرمادیا لیکن حکیم الامت رحمہ اللہ کے دل میں یہ خیال بصورت حسرت پرورش پاتا رہا اور جب ۱۲۹۹ھ میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ عازم حج ہوئے تو آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ آپ مولانا (گنگوہی) سے فرمادیں کہ مجھے بیعت کر لیں لیکن جواب میں حاجی صاحب نے خود ہی غائبانہ طور پر بیعت فرمالیا، اس وقت حکیم الامت کی عمر ۱۹ سال تھی، حضرت حاجی صاحب نے بیعت فرمالینے

کے بعد آپ کے والد ماجد کو کہلا بھیجا کہ تم حج کو آؤ اور جب آؤ تو اپنے بڑے لڑکے کو لیتے آؤ، چنانچہ حضرت تھانوی کے والد شیخ عبد الحق اپنے لخت جگر کو لے کر مکہ معظمہ پہنچ گئے، حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور نعمت بیعت سے سرفراز ہوئے، ایک مرتبہ حاجی صاحب نے وہاں رہنے کے بارے میں فرمایا لیکن شفقت پدری کی وجہ سے شیخ عبد الحق کو ومفارقت پر کسی طرح چین سے نہ بیٹھنے دے سکتی تھی، اس لئے حضرت حاجی صاحب نے آنے کی اجازت دے دی، پھر کسی سال حاجی صاحب کی خدمت میں رہنے کا قدرت نے موقع فراہم کیا کچھ عرصہ وہاں رہے۔

پیر طریقت کی پند ونصیحت

حضرت حاجی صاحب جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے پیر طریقت بن چکے تھے نے حضرت تھانوی کی ہندوستان کی جانب رخصتی کے موقع پر دو نصیحتیں کیں فرمایا دیکھو میاں اشرف علی ہندوستان پہنچ کر تم کو ایک حالت (باطنی) پیش آئے گی عجلت مت کرنا مجھے مطلع کرتے رہنا کبھی "کانپور" کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا توکل بخدا" تھانہ بھون "جا کر بیٹھ جانا" (مختصر سوانح ص ۱۰)

چنانچہ حضرت حکیم الامت ۱۴ سال تک کانپور میں مقیم رہے جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں بعد ازاں حالات کی نا مساعدگی اور دل اچاٹی نے وہاں سے رخت سفر باندھنے پر مجبور کر دیا، اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب کے اشارے پر مدرسہ کانپور کی ذمہ داریاں دوسرے حضرات کے حوالے کر کے خود سبکدوش ہو گئے اور اپنے شیخ کی یاد گار سکونت خانقاہ امدادیہ میں تشریف لے آئے، جب حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کو اس کا علم ہوا تو نہایت مسرور ہوئے۔

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون پہنچ کر آپ نے لوگوں کو شریعت اور سنت نبویہ سے

آگاہ کیا، دین کی معرفت اور علم کا نور برسایا خدا کی توحید سکھائی اور شرک سے نفرت ،تشنگان پر سنت نبوی کے پھول نچھاور کیے، بدعت کے کانٹوں کو اکھاڑ دیا شریعت محمدیہ کے موتی بکھیرے، رسم ورواج کو جڑ سے اکھاڑنے کی تلقین کی۔

مولانا نجم الحسن تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی تحریر کردہ مختصر سوانح عمری میں حضرت تھانوی سے بیعت کرنے والے لوگوں کے اسماء بھی تحریر کیے تھے، جو میرے یکم نومبر ۱۹۸۹ء کے مضمون میں شائع ہوئے تھے، لیکن اب کی بار میں نے یہاں سے ان سارے اسماء کو ڈیلیٹ (ختم) کر دیا ہے۔

مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان: مولانا مشرف علی تھانوی صاحب (رحمہ اللہ) مجلس صیانۃ المسلمین کا تاریخی جائزہ کے تحت لکھتے ہیں ۱۹۲۹ء کی بات ہے کہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے امت مسلمہ کے سیاسی مذہبی معاشی اور معاشرتی و اخلاقی زوال بلکہ موت کے اسباب پر غور فرما کر ۲۵ عنوانات کے تحت ۳۹۲ احادیث نبوی ﷺ پر مشتمل مسلمانوں کی حیات حقیقی اور فلاح سرمدی کا ایک مختصر جامع اور مؤثر نسخہ حیاۃ المسلمین کے نام سے تحریر فرمایا جس میں مسلمانوں کی زندگی کے وہ ۲۵ درس حیات جمع کئے گئے کہ اگر واقعۃً مسلمان اس کو اپنی زندگی میں نافذ کرے تو اس کی ذلت عزت سے امن کا زوال عروج سے اور اس کی بدحالی خوشحالی سے بدل جائے، اس میں ہر عنوان کو حضرت نے روح سے تعبیر کیا ہے یعنی یہ مجموعہ احادیث جسم انسانی کے لئے روح نہیں بلکہ روح انسانی کے لئے وہ روح ہے جس سے انسان کی روح کو حیوۃ سرمدی حاصل ہو سکتی ہے (جائزہ بحوالہ ماہنامہ الحسن صفحہ ۳۶ ج شمارہ)

اس کتاب میں حضرت تھانوی نے ۲۵ عنوانات پر سیر حاصل لکھا ہے جو انسانی روح اور انسانی جسم دونوں ہی کے لئے کار آمد اور سودمند ہیں ۱۹۳۰ء میں انہی عنوانات کو معاشرے میں جاری و ساری کرنے کی خاطر مجلس صیانۃ المسلمین کا آغاز

کر دیا جس کا مرکزی مقام جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن میں واقع ہے جس میں حضرت مولانا مفتی و کی احمد شیر وانی صاحب مدظلہ (رحمہ اللہ) اور مولانا عبد الدیان صاحب (رحمہ اللہ) کی مجاہدانہ سر گرمیاں شبانہ روز محنت یہاں آکر دیکھنے والوں ہی کو معلوم ہو سکتی ہے۔ مجلس صیانۃ المسلمین اسلامی افکار و نظریات کی ااشاعت میں شب و روز منہمک ہے، کتب، رسائل اور پمفلٹ چھپوا کر مفت تقسیم کئے جاتے ہیں، ہر سال سالانہ اجتماع تین دن مسلسل جاری رہتا ہے، جس میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات و مواعظ سنائے جاتے ہیں، علاوہ ازیں قرآن و سنت کی روشنی میں مسلمانوں کو صحیح صحیح رہنمائی کی جاتی ہے۔ آج ہم لوگ اپنے اوقات کو بے سود کاموں میں صرف کر کے خوش ہوتے ہیں ملکی اور بیرون ملک کے حالات کو سوچ سوچ کر شیخ چلی کے خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہیں لیکن چونکہ ہماری یہ محدود سوچ ہم ہی تک محدود رہتی ہے ہم نے مستقبل میں نمودار ہونے والے فرعونوں اور فتنہ پردازوں، ملک وملت کے دشمنوں کے متعلق کوئی ذاتی لائحہ عمل تیار نہیں کیا ہوتا ، جس کی وجہ سے ہم لوگ جس جگہ سے رخت سفر باندھتے ہیں، دوسرے دن اسی جگہ اس مقام پر کھڑے ہوتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ہر آنے والے فتنے کا مقابلہ، ہر آنے والے فرعون سے ٹکراؤ، ہر آنے والے طوفان کے سامنے چٹان بننا تھا اس لئے آپ نے تضییع وقت کیے بغیر ہی علوم و فنون میں گہری نظریں جمائے رکھیں، آپ فضولیات میں کبھی دلچسپی نہ لیتے تھے، آپ اگر کھیل کے میدان میں گئے تو اس میں بھی کئی حکمتیں اور راز پوشیدہ ہوتے تھے۔

آپ اگر سیر کرنے چہل قدمی کے لئے نکلتے اس میں بھی حکمتیں مضمر ہوتی تھیں، آپ میں قدرت نے شروع ہی سے کئی ایسے اوصاف رکھے تھے جو بہت ہی کم لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ (روزنامہ مشرق لاہور، اشاعت ملی، یکم نومبر ۱۹۸۹ء)

مفسر قرآن حضرت تھانوی رحمہ اللہ

بندہ عاجز حدوٹی نے آج سے ۲۸ سال پہلے روزنامہ صداقت لاہور میں حکیم الامت مولانااشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی شخصیت پر ایک مضمون تحریر کیا تھا، جو اس کے بعد کسی رسالے، جریدے اوراخبار میں دوبارہ شائع نہیں ہوا، اس اشاعت میں اپنا۲۸ سالہ پرانا مضمون شامل اشاعت کررہاہوں۔ ملاحظہ فرمایئے

قرآن کی تفسیر لکھنے والے، قرآن حکیم کا اردو زبان میں ترجمہ تحریر کرنے والے، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے والے، فقہ کو آسان زبان میں سمجھانے اور بیان کرنے والے، آسمان رشد و ہدایت اور ولایت کے درخشاں ستارے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ سے کون واقف نہیں ؟ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو اپنے بھی جانتے ہیں اور پرائے بھی، اور رہتی دنیا تک حضرت تھانوی رحمہ اللہ جیسے حکیم الامت اور خادم دین م کا نام گرامی چمکتا دمکتا رہے گا۔

بیسویں صدی میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جتنا تحریری اور علمی مواد امت مسلمہ کو پیش کیاماضی میں اس کی مثال نہیں ملتی، مستقبل میں بھی شاید ہی کوئی ایسی ہستی نمایاں طور پر ابھر سکے جو ہزاروں صفحات میں انسان کے دینی مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دے کر اس کے اطمینان خاطر کا سامان مہیا کرے، جزوی اور محدود مسائل کا حل تو پیش کیا جاسکتا ہے اور پیش کیا جارہاہے، لیکن ایک ایک مسئلہ کو دیانت داری سے چھان چھان کرلوگوں کے سامنے رکھنا کارے دارد۔

حضرت مولاناسید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں" حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے علمی ودینی فیوض وبرکات اس قدر مختلف النوع ہیں کہ ان سب کا احاطہ ایک مختصر سے مضمون سے نہیں ہو سکتا اور یہی ان کی جامعیت ہے

جو ان کے اوصاف و محامد میں سب سے اول نظر آتی ہے وہ قرآن پاک کے مترجم ہیں مفسر ہیں ، اس کے علوم و حکم کے شارح ہیں، اس کے شکوک و شبہات کے جواب دینے والے ہیں ، وہ محدث ہیں، احادیث کے اسرار و نکات کے ظاہر کرنے والے ہیں وہ فقیہ ہیں ، ہزاروں فقہی مسائل کے جوابات لکھے ہیں ، نئے سوالوں کو حل کیا ہے، نئی چیزوں کے متعلق انتہائی احتیاطوں کے ساتھ فتوے دیئے ہیں، وہ خطیب تھے ، خطب ماثورہ کو یکجا کیا ہے، وہ واعظ تھے ، ان کے سینکڑوں وعظ چھپ کر عام ہو چکے ہیں، وہ صوفی تھے تصوف کے اسرار و غوامض کو فاش کیا ہے، شریعت و طریقت کی ایک مدت کی جنگ کا خاتمہ کر کے دونوں کو ایک دوسرے سے ہم آغوش کیا ہے (رسالہ معارف، اعظم گڑھ ۱۹۴۴)۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی حیات مبارکہ کے کسی پہلو کو پرکھا جائے کسی زاویہ نگاہ سے ان کو دیکھا جائے ان کی ہمہ صفت موصوف شخصیت میں نگاہوں کو کامل و مکمل نظر آئے گی، آپ علم و عمل ، تقویٰ و طہارت کے ایک طرف بحر بیکراں تھے تو دوسری طرف علم وروشنی کے سوتے انہی کے قلب و جگر اور زبان و قلم سے پھوٹ پھوٹ کر نکلتے تھے ، ان کے پہلو میں ایسا حساس دل دھڑکتا تھا، جس میں انسانیت کی رشد و ہدایت اور فلاح و نجات کے جذبات مچلتے تھے ، ان کی صحبت میں اٹھنے اور بیٹھنے والے استفادہ کرتے تھے ، حضرت کے دل دماغ کے دفینوں سے علم کے گوہر و لعل اور موتی نکلتے تھے ، سامعین، حاضرین اور ناظرین اس بابرکت مجلس سے خوب خوب فائدہ اٹھاتے تھے اور دوسروں تک پہنچانے کی فکر کرتے تھے۔

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "ان کی مجلسوں میں علم و معرفت اور دین و حکمت کے موتی بکھیرے جاتے تھے اور یہ موتی جن گنجینوں میں محفوظ ہیں، وہ ملفوظات ہیں ، جن کی تعداد بیسیوں تک پہنچ چکی ہے وہ مرشد کامل تھے ، ہزاروں

مستر شد و مستفید ان کے سامنے اپنے احوال و واردات پیش کرتے تھے اور ان کے تسکین آور جوابات دیتے اور ہدایات سے نوازتے تھے، جن کا مجموعہ تربیت السالک ہے (رسالہ معارف، اعظم گڑھ ۱۹۴۴) ۔

رحمت دو عالم ﷺ کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے کہ " اللہ تعالی ہر صدی میں ایک شخصیت کو بھیجیں گے جو دین اسلام پر پڑنے والی گرد و غبار کو صاف کرنے گی (اللہ کی بیشی معاف کر دے) حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے پہلے بے شمار ایسی شخصیات تشریف لائیں جو دین اسلام کی خدمت میں صبح و شام مصروف رہیں، انہوں نے ہزاروں صفحات لکھ کر انسانی قلب و دماغ میں پائی جانے والی خلش، بے راہ روی، عقائد و نظریات کی کمزوری کو درست کیا، شرک کے ایوانوں میں دراڑیں پیدا کیں، مشرکین کے ساتھ کھلی جنگ کی، گمراہوں کو رشد وہدایت کی سیدھی راہوں پہ گامزن کیا، بھٹکے ہوؤں کو راہِ حق پہ ڈال دیا، تبلیغ اور تحریر کے ذریعے انھوں نے ایسی ایسی خدمات سرانجام دیں جو رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی، ہماری اس صدی (جس کے صرف تین سال باقی ہیں، ہم اگلے تین سالوں بعد نئ صدی میں داخل ہو جائیں گے) میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور ان کے معاصرین نے اپنے علمی میدان میں خوب خوب جوہر دکھائے۔

مولانا ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "ان کی تصانیف کی تعداد جن میں چھوٹے بڑے رسائل اور ضخیم تصانیف سب داخل ہیں، آٹھ سو کے قریب ہیں ۱۳۵۴ھ میں ان کے ایک خادم مولوی عبد الحق فتح پوری نے ان کی تصانیف کی ایک فہرست شائع کی تھی جو بڑی تقطیع کے پورے ۸٦ صفحوں پر مشتمل ہے، اس کے بعد کے نو برسوں میں جو رسائل یا تصانیف ترتیب پائیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔ (ایضاً) (بندہ عاجز حدوٹی گزشتہ صفحات میں واضح کر آیا ہے کہ ہر شخص نے اپنی معلومات کے مطابق لکھا)

مولانا لکھتے ہیں "کہا جاتا ہے کہ ہر صدی کا مجدد اپنی صدی کے کمالات کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے، اگر یہ سچ ہے تو یہ صدی جو مطبوعات و منشورات کے کمالات سے مملو ہے اور جس کا اہم کارنامہ خواہ حق کے اثبات و اظہار میں ہو یا باطل کی نشر و اشاعت میں پریس اور مطبع ہی کے برکات ہیں، زبان و قلم اس صدی کے مبلغ ہیں اور رسائل و منشورات دعوت کے صحیفے ہیں، اس بناء پر مناسب تھا کہ اس صدی کے مجدد کی کرامات بھی ان ہی کے کمالات میں جلوہ گر ہوں، علمائے اسلام میں ایسے بزرگوں کی کمی نہیں، جن کی تصانیف کے اوراق اگر ان کی زندگی کے ایام پر بانٹ دیئے جائیں تو اوراق کی تعداد زندگی کے ایام پر فوقیت لے جائے۔

امام جریر طبری رحمہ اللہ، حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ، امام رازی رحمہ اللہ، حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ متعدد نام اس سلسلہ میں لئے جاسکتے ہیں ہندوستان میں مولانا ابو الحسنات عبد الحی فرنگی محلی رحمہ اللہ، اور نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کے نام بھی اس سلسلہ میں داخل ہیں، اس سلسلہ کا اخیر نام حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا ہے"(رسالہ "معارف، اعظم گڑھ ۱۹۴۴)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ہزاروں صفحات پر مشتمل علمی ذخیرہ امت کو دیا ہے، کبھی بھی دل و دماغ میں لوگوں سے اس کا معاوضہ وصول کرنے کی سوچ نہ آئی، ہر کتاب، ہر رسالہ تلاش حق اور خدا تعالیٰ کی رضاء جوئی کی خاطر لکھا، کسی کتاب کی رائلٹی اور حق تصنیف کو محفوظ رکھنے کی خواہش کا اظہار کبھی نہ کیا، کتابوں کو دنیاوی کر و فر اور مال و دولت کا کبھی ذریعہ اور وسیلہ نہ سمجھا۔

استاذ محترم مولانا مفتی وکیل احمد شیروانی صاحب (رحمہ اللہ) لکھتے ہیں "حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی کسی ایک کتاب کا بھی حق تصنیف محفوظ نہیں کرایا، جب کہ اکثر مستحقین حضرات اپنی تالیفات و تصنیفات کو اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے اور اپنی تنظیم کے لئے ذریعہ آمدنی بنا کر جاتے ہیں، مگر حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے

اس کو پوری امت کے لئے وقف فرما کر اور اشاعت عام کی اجازت فرما کر آج کی دنیا میں ایک انفرادی اور لاثانی کارنامہ انجام دیا، یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصانیف کی کثرت اشاعت کی، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تصانیف کو ہر ایک نے شائع کیا، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، حضرت رحمہ اللہ کی تصانیف جو ان کی زندگی میں طبع ہو چکی ہیں ان کی مجموعی قیمت چالیس لاکھ روپے سے کم نہیں، یہ تخمینہ ۱۹۴۳ء کا ہے، آج کے حساب سے اس کو کم از کم دس گنا کر لیجئے حضرت رحمہ اللہ کی سیر چشمی اور فیاضی، خلوص اور للّٰہیت کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ کتابوں کی اس غیر معمولی مقبولیت کے باوجود آپ رحمہ اللہ نے کبھی کسی کتاب کا حق اشاعت اپنے لئے محفوظ نہیں کیا، یہ بھی انہی کی تعلیم ، تربیت اور للہت کا اثر ہے (ماہنامہ الحسن حضرت تھانوی رحمہ اللہ نمبر ۱۹۸۷ء)

یوں تو حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے تقریباً امت کی ضرورت کے تمام مسائل پر کچھ نہ کچھ ارشاد فرمایا ہے، ضروریات انسانی کا شاید ہی کوئی موضوع ایسا ہوگا، جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی عقابی نگاہوں کے سامنے گزرا ہو اور حضرت رحمہ اللہ نے اپنی خداداد صلاحیت سے اس پر اظہار خیال نہ فرمایا ہو، لیکن مولانا مرحوم کی وہ تحریریں جو قرآن، حدیث اور اسلامی فقہ سے متعلق ہیں، انہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حکیم الاسلام والمسلمین کو قرآن و حدیث کے ساتھ کتنا گہرا شغف تھا، قرآن کی تفسیر اور حدیث کی مختلف شروحات کامل شرح صدر کے ساتھ تحریر فرما کر امت مسلمہ پر عظیم احسان کیا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ ایک مرتبہ کانپور تشریف لے گئے وہاں کچھ عرصہ قیام فرمایا دوران قیام ایک رات خواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زیارت نصیب ہوئی جو سب سے پہلے اس امت کے مفسیر قرآن تھے، جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللھم علمہ الکتاب کی دعا دی تھی اور خوشخبری بھی سنائی تھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی

زیارت کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو قرآن حکیم کے ساتھ گہری مناسبت پیدا ہوگئی، آپ رحمہ اللہ نے قرآن کو تجوید و قرأت کے ساتھ پڑھنا سیکھا اور شبانہ روز محنت کی، قرآن کے سابق مفسرین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر غور وحوض سے کام لیا اور نصرت و مدد خداوندی سے "بیان القرآن" کے نام سے ایک عظیم الشان اور قابل قدر تفسیر تحریر فرمائی جو نہ صرف یہ کہ عوام الناس کے فائدہ کے لئے ہے بلکہ علماء کرام بھی اس سے خوب خوب استفادہ کرسکتے ہیں۔

یہ بیان القرآن ۱۲ جلدوں میں ہے، تاج کمپنی نے دوجلدوں میں پیش کی ہے، جو آج کل عمدہ اور بہترین چھپائی میں دستیاب ہیں، اس عظیم تفسیر کو اڑھائی سال کے عرصہ میں پایہ تکمیل تک پہنچایا، آپ رحمہ اللہ نے سادہ عام فہم اور آسان اردو زبان میں با محاورہ ترجمہ کیا جو تحت اللفظ ہے، پھر اس کے ساتھ ساتھ فائدہ کے عنوان سے مشکل مقامات کی آسان تشریح بھی موجود ہے، قرآن کی تفسیر قرآنی آیات کے ساتھ اوراحادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی گئی ہے، اس طرح حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے سابقہ بزرگوں کے طریقہ کار کو بدستور قائم رکھا، فقہی مسائل تحریر کیے، لغوی معانی بھی بیان کیے جن جن مقامات پر شبہات اور اشکالات دکھائی دیتے تھے، ان کی بھی شرح صدر کے ساتھ پوری پوری وضاحت کی، تصوف کے مسائل کا کھل کر ذکر فرمایا، پہلے بزرگوں کی تفاسیر کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف تفاسیر کے حواشی کو دلائل کے ساتھ بیان القرآن میں نقل فرمایا۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی حنفی مفسر رحمہ اللہ کی عظیم اور معرکۃ الآرا تفسیر روح المعانی کی روشنی میں "بیان القرآن" لکھ کر ایک عظیم و ضخیم کتاب کو نئے اسلوب نئے انداز اور عام فہم اور سہل طریقہ سے سمجھانے کی اچھی کاوش کی گئی ہے، حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ "بیان القرآن" دیکھنے کے بعد ارشاد فرمایا۔

"میں سمجھتا تھا کہ اردو میں یہ تفسیر عوام کے لئے ہو گی مگر یہ تو علماء کے دیکھنے کے قابل ہے"۔(۱۹۸۷بحوالہ ماہنامہ الحسن لاہور ص ۱۲۰) جو شخص گہرائی اور گیرائی سے "بیان القرآن" کا مطالعہ کرے گا تو اسے اس میں چھپے نکات کا اندارہ ہو سکے گا۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر بیان القرآن کے بارے میں خود فرماتے ہیں "تفسیر بیان القرآن" کے بعض مقامات کی تفسیر لکھنے سے قبل آدھ آدھ گھنٹہ ٹہلتا رہا اور سوچتا رہا اور اللہ تعالی سے دعا کرتا رہا، تب کہیں جاکر شرح صدر ہوا اور جن بعض مقامات کے متعلق پھر بھی شرح صدر نہ ہوا وہاں اس کا صاف اظہار فرمادیا اور لکھ دیا کہ اگر اس سے بہتر تفسیر کہیں مل جائے تو اسی کو اختیار کیا جائے چنانچہ تفسیر میں دو مقامات ایسے ہیں، ایک سورت برأت میں ایک سورہ حشر میں اور یہ حضرت والا رحمہ اللہ کی خصوصیات خاصہ میں سے ہے ہے ورنہ اکثر اہل علم کو اپنے عجز و نقص کے اظہار سے عار مانع ہوتی ہے" (ماہنامہ الحسن لاہور بابت ماہ اکتوبر ۱۹۸۷ماخوذ از مضمون ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ ص ۱۴۲)۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی تحریر کردہ تفسیر قرآن کی نہ صرف یہ کہ علماء کرام نے مدح سرائی کی اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا بلکہ عام پڑھے لکھے طبقہ کی مقتدر شخصیات نے بھی اسے ایک بہترین تفسیر قرار دیا، پنجاب یونیورسٹی لاہور کے پروفیسر جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر جن کی خود عربی دانی کے لوگ معترف ہیں وہ لکھتے ہیں " حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ قرآن فہمی اور قرآنی علوم میں ایک نہایت بلند مقام رکھتے ہیں، جو برصغیر کے علماء کے حصہ میں بہت کم آیا ہے بیان القرآن مولانا کی اردو تفسیر ہے جو وسعت و تفصیل اور تنوع کے لحاظ سے ایک منفرد تفسیر ہے اور اردو تفاسیر میں سے یہ واحد تفسیر ہے جو مختلف النوع عربی فارسی اور اردو تفاسیر سے بے نیاز کر دیتی ہے۔(ماہنامہ الحسن حضرت تھانوی نمبر ص ۲۷۶)

پروفیسر انوار اللہ لکھتے ہیں علم تفسیر میں آپ رحمہ اللہ کی تفسیر بیان القرآن شاہکار کی حیثیت کی حامل ہے (ایضاً ص ۲۴۲)

اگر ہم لوگ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے احوال و سوانح کا مطالعہ کریں تو قرآن حکیم کے ترجمہ و تفسیر کے باب میں ہمیں یہ بات معلوم ہوگی کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے محض تفسیروں کی دنیا میں ایک جدید تفسیر کا اضافہ نہیں کیا بلکہ بعض خود ساختہ علماء اور خود ساختہ مفسرین کی خانہ ساز تفسیروں اور تشریحات کو امت مسلمہ کے لئے سم قاتل سمجھتے ہوئے ان کا مثبت انداز میں توڑ پیش کیا، ہندوستان میں جناب سر سید احمد خان جدت طراز اور ماڈرن قسم کے مسلمان واقع ہوئے اسی طرح مولوی نذیر احمد صاحب نے امت کے سامنے ایسے تراجم پیش کیے جن پر سر سید اور مولوی نذیر احمد کے عقائد و نظریات کی چھاپ نمایاں طور پر دکھائی دیتی تھی ورنہ حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے حساس اور زندہ دل نے محسوس کر لیا تھا کہ ان لوگوں کے جدید قسم کے خیالات و افکار لوگوں کے اذہان کو پراگندہ کر دیں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمائی تو انہوں نے قرآن کریم کا ترجمہ اور ایک الہامی تفسیر تحریر فرمائی۔

مولانا سید ندوی رحمہ اللہ رسالہ "معارف میں یوں لکھا ہے "مولوی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ کی عام اشاعت نے دہلی کے ایک بلند بانگ اخبار نویس مرزا حیرت کو حیرت میں ڈال دیا اور انہوں نے پہلے تو ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ پر اعتراضات شروع کیے اور پھر اپنا ترجمہ چھپوایا، لیکن نام سے وہ مرزا صاحب کے چھپا ہے کیونکہ مرزا صاحب خود عربی سے نابلد تھے، بہر حال مولانا نے اس ترجمہ کے اغلاط کی اصلاح پر بھی ایک رسالہ تالیف فرمایا، جس کا نام اصلاح ترجمہ حیرت ہے"

مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے قرآن حکیم جیسی عظیم اور معجز نما کتاب پر محض ایک پیشہ ور مصنف کی طرح خامہ فرسائی نہیں کی، بلکہ قرآن کے ترجمہ و تفسیر پر اس کے

اسباب نزول اور نکات پر اس دور میں جتنا عبور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو تھا شاید ہی کوئی دوسری شخصیت اس انداز میں سامنے آسکے، بعض معاصر مفسرین نے قرآن حکیم کی عمدہ سے عمدہ انداز میں خدمت کرنے کی کاوش کی شومئی قسمت کہ ان حضرات کا قلم حد اعتدال سے باہر چلا گیا جبکہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے پہلے الفاظ معانی مفاہیم کو خوب خوب پر کھا جانچا تولا اور تولنے کے بعد سوچا اور سوچنے کے بعد پھر قلم کو حرکت بخشی ورنہ غیبی اشارے تک سلسلہ تحریر موقوف رکھتے تھے۔

تفسیر بیان القرآن کے علاوہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے کئی اور رشحات قلم بھی ہیں، جن کے ذریعہ قرآن حکیم کی خدمت کی گئی، ان میں بعض طالبات کی جمع فرمودہ تقاریر جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے دروس سے استفادہ کی گئیں ان کو "تقریر بعض البنات فی تفسیر بعض الآیات میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک مرتبہ یہ سوال آیا کہ حضرت: آسمان کے کیا کیا فوائد ہیں تو مولانا مرحوم نے اپنی خداداد قابلیت اور استعداد کی بناء پر اس سوال کے جواب میں بھی شرح وبسط کے ساتھ تحریر کیا، جس کا عنوان یہ تجویز کیا گیا "دفع البناء فی نفع السماء" اسی طرح سورہ بقرہ کی الگ سے تین آیتوں کی تشریح کی جس نے بعد میں و احسن الاثاث فی النظر الثانی فی تفسیر المقامات الثلاث کا نام پایا، یوں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے دست مبارک سے

(۱) ترجمہ قرآن۔ (۲) تفسیر بیان القرآن ۱۲جلد۔ (۳) جمال القرآن۔ (۴) تجوید القرآن۔ (۵) آداب القرآن۔ (٦) یادگار حق القرآن۔ (۷) تشابہات القرآن۔ (۸) ظہور القرآن۔ (۹) اصلاح ترجمہ دہلویہ۔ (۱۰) اصلاح ترجمہ حیرت۔ (۱۱) التواجہ بما یتعلق بالتشابہ۔ (۱۲) سبق الغایات فی نسق الآیات۔ (۱۳) رفع الخلاف فی حکم الاوقاف۔ (۱۴) تصویر المقطعات لمیسر بعض العبادات۔ (۱۵) وجوہ المثانی (عربی) (١٦) زیادات علی کتب الروایات۔ (۱۷) ذنابات لما فی

الزیادات۔ (۱۸) تنشیط الطبع فی اجراء السبع۔ (۱۹) تقریر بعض البنات۔ (۲۰) رفع البناء فی نفع السماء۔ (۲۱) تقصیر فی التفسیر۔ (۲۲) الہادی للحیران فی وادی تفصیل البیان۔ (۲۳) تمہید الفرش فی تحدید العرش۔ (۲۴) تبصیر الزجاج نامی وہ عظیم الشان کتابیں ہیں جو قرآن کریم سے متعلق ہیں۔(ان کتب کے نام میرے اس مضمون میں شامل نہیں تھے، ابھی میں نے اصلاح کے دوران شامل کیے ہیں۔ حدوٹی)

حضرت رحمہ اللہ نے عوام و خواص کو ناجائز غلط فاسد اور شرکیہ تعویذ گنڈوں، ٹونے اور ٹوٹکوں سے بچانے کے لئے آثار تبیانی نامی رسالہ تحریر کیا جو "اعمال قرآنی کی طرح ہی مفید اور زود اثر ہے۔

ہندوستان کے گوشہ گمنامی اور بت خانہ ہند میں اذان توحید سے دلوں کو روشن کرنے والی اس عظیم ہستی نے انسانیت اور اسلام کی جو خدمت کی وہ شاید ہی کوئی کر سکے کلیم عثمانی نے کیا خوب کہا۔

تیرا انداز سخن پھولوں کی خوشبو جیسا
تیری تحریر کا ہر حرف ہے جگنو جیسا
تیرے پوروں میں قلم صورت قندیل حرم
مشعل نور ہدایت ہے تیرا نقش قدم
نور قرآں سے منور تیرا سینہ ایسے
صبح کے نور میں ہنستا ہو مدینہ جیسے

(بحوالہ "الحسن" لاہور ص۱۲۸ اکتوبر ۱۹۸۷ء)

مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے نہ صرف یہ کہ قرآن حکیم کی خوب دل کھول کر خدمت کی بلکہ سرکار مدینہ جناب دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سنہری ارشادات اور نورانی تعلیمات کی بھی حتی المقدور خدمت بجالا کر ابدی سعادت حاصل کی نہ صرف

مستقل کتابوں میں بلکہ اپنے خطبات و مواعظ میں بھی اور عمومی مجالس میں بھی عوام الناس کے سامنے گنبد خضریٰ کے مکین، رحمت للعالمین ﷺ کے ارشادات اور ان کے مطالب و معانی بیان فرما کر ان کے قلوب واذہان کو گرماتے اور روشن کرتے تھے مولانا سلیمان ندوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

''حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کو علوم الحدیث میں جو مہارت حاصل تھی اس کی شہادت ان کے مواعظ ورسائل اور تالیفات کے ہزاروں صفحات دے رہے ہیں جن میں بے شمار احادیث کے حوالے اشارے اور تلخیصات ان کے مشکلات کی شرح ان کے دقیق مطالب کے حل اور ان کے نکات و لطائف کا بیان ہے خصوصیت کے ساتھ شیخ کے مواعظ میں جو زبانی تقریریں ہیں، حدیثوں کے حوالے اور اکثر احادیث کے بعینہ الفاظ میں ان کی تشریحات اور کتابوں کے حوالے اس کثرت سے ہیں کہ ان کو دیکھ کر کسی انصاف پسند کو ان کے الفاظ الحدیث ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا۔(رسالہ ''معارف، اعظم گڑھ ۱۹۴۴ء)

آدمی جس لائبریری میں داخل ہو گا، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کوئی نہ کوئی علمی کتاب ضرور موجود پائے گا، جس لائبریری میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب موجود نہ ہوں گویا کہ وہ لائبریری ناقص، ناتمام، نامکمل اور ادھوری ہے اس لئے کہ حضرت کی بعض تصانیف حوالہ اور ریفرنس بک کی حیثیت رکھتی ہیں بعد میں آنے والے سینکڑوں خوشہ چینوں نے اس باغ علم کی خوشہ چینی کی ہے، جن کی تحریرات میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی درجنوں کتابوں کے حوالہ جات ملتے ہیں پھر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تحریروں کی روشنی میں انسان اصل مراجع اور مصادر تک رسائل کر سکتا ہے۔

قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ فقہ حنفی جو قرآن وسنت کے عین مطابق ہے جو قرآنی ارشادات اور رسول ﷺ کے ہزاروں ارشادات کا ایک حسین و جمیل

مرقع ہے حضرت نے اس گلشن کی بھی خوب خوب آبیاری اور پاسداری کی اور وہ لوگ جو حنفی مسلمانوں کے خلاف صبح وشام اس جھوٹے پروپیگنڈہ میں مصروف تھے کہ حنفی لوگ نماز سنت کے خلاف پڑھتے ہیں ان کی نماز درست نہیں ان کی نماز حدیث کے خلاف ہے مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے بڑی علمی سنجیدگی متانت اور وقار کے ساتھ مدلل مسکت اور دندان شکن جوابات تحریر فرماکر اس غلط پروپیگنڈے کی بیخ کنی کرنے کی کوشش کی، فقہ اسلامی کے ہزاروں مسائل حل کرکے لوگوں کو صراط مستقیم پر ڈال دیا۔

دوران طالب علمی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے استاذ مولانا محمد یعقوب رحمہ اللہ نے فتوی نویسی کا کام ان کے سپرد کرر کھا تھا، اس وقت سے لے کر تادم واپسیں قریباً ساٹھ سال پر مشتمل عرصہ میں قرآن وحدیث کا خلاصہ نچوڑ اور زبدہ نکال نکال کر عوام وخواص کی پیاس بجھاتے رہے، مسلمانوں کی خدمت کرتے رہے، ہزاروں پریشان حال لوگوں کے دینی مسائل قرآن وسنت کی روشنی میں حل فرماتے، چھوٹے چھوٹے سینکڑوں فقہی رسائل تحریر فرمائے جو آگے چل کر امداد الفتاویٰ کے نام سے شہرت دوام حاصل کرتے ہیں، آج بھی کسی لائبریری میں فقہ وفتاویٰ کے خانہ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس گرانقدر ذخیرہ کی زیارت کی جاسکتی ہے۔

اگر میں یہ بات چلتے چلتے لکھ دوں تو بے جانہ ہو گا کہ مستورات اسلامیہ کی دینی پریشانیوں کا صحیح اور جامع حل صرف اور صرف حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی معرکۃ الآرا اور مشہور عالم کتاب ''بہشتی زیور ''کی شکل میں موجود ہے دس حصوں پر مشتمل ''بہشتی زیور'' جیسے عظیم وقیمتی ذخیرہ میں عورتوں کو لکھائی پڑھائی سکھانے سے لے کر حکمت وطبابت سلائی کڑھائی سے لے کر خانہ داری تک کے تمام امور کو قرآن وسنت کی واضح اور روشن تعلیمات کی مدد سے لکھ کر دنیائے نسوانیت پر احسان عظیم

کیا ہے عورتوں کی دینی ضروریات کے پیش نظر انتہائی بلیغانہ اور سادہ انداز میں مسائل لکھے گئے ہیں، بر صغیر کیا شاید دنیا بھر میں یہ اپنی نوعیت کی منفرد کاوش ہو، اگر چہ آج کل بعض نقالوں، کتب چوروں علم کے غداروں اور انسانوں کے مال وایمان لوٹنے والے دکانداروں، خود ساختہ مولولوں نے "بہشتی زیور کے چربے اتارے ہیں ،عاقبت نااندیش حاسدوں نے آسمان علم پر تھوکنے کی ناکام ونامراد کوشش کی ہے، لیکن اصلی پھول اور کاغذی پھول میں نمایاں فرق تو ہوا ہی کرتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مخالفین اور علم دشمن دکانداروں نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے علم و مرتبہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بہروپیوں کو منظر عام پہ لانے کی ناپاک کوشش کی ، لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو جو شہرت خداوند قدوس نے مرحمت فرمائی ہے وہ جعل سازیوں اور دھوکہ بازیوں کے ذریعہ ختم کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی روز روشن یا آفتاب نصف النہار کا انکار کر دے، یا یوں سمجھیے جیسے کوئی شخص سورج سے حسد کرتے ہوئے اسے اپنی انگلی کے پیچھے چھپانے کی کوشش کرے، ایسی ناتمام وناکام کوشش کرنے سے سورج نہیں چھپ سکتا۔

خوشبو نہیں رک سکتی خوشبو کی مشہوری کے لئے عطار کے نعرہ لگانے کی کوئی کوئی ضرورت نہیں بلکہ خوشبو خود پکارے گی خود مہکے گی، لیکن جب یہی خوشبو پھول سے نکل جائے گی تو صرف رنگت ہی رنگت رہ جائے گی۔

بہر حال چربہ سازوں نے خوب خوب اپنی خسیس طبیعت اور کمینے پن کا اظہار کیا ہے، مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے بقول سلیمان ندوی رحمہ اللہ تقریباً آٹھ سو کتابیں لکھی ہیں ظاہر ہے ہزاروں صفحات پر مشتمل اس علمی ذخیرہ کی اشاعت وترویج تحریر وانضباط میں انسانی تقاضوں کے مطابق خامی اور کوتاہی کا امکان رد نہیں کیا جا سکتا انسانی دل دماغ سے صادر ہونے والے خیالات و افکار الفاظ وارشادات میں بسا

اوقات معمولی سی اونچ نیچ کا مرور ہو سکتا ہے، جس کی بناء پر بعض حضرات ہٹ دھرمی اور عناد کی وجہ سے سب کچھ پائے استحقار سے ٹھکرا دیتے ہیں لیکن مولانا تھانوی رحمہ اللہ میں جہاں رب تعالی نے بے پناہ علمی استعداد رکھی تھی وہاں مولانا مرحوم کو کشادہ دلی سے بھی نواز تھا، اگر کسی آدمی نے مولانا کی کسی تحریر پر کوئی اعتراض کیا، یا دلائل کی روشنی میں مولانا کو متنبہ کیا تو مولانا مرحوم نے کبھی بھی " میں نے مانوں، میں نہ مانوں" کی رٹ نہیں لگائی بلکہ فوراًاپنی پہلی بات سے رجوع کر لیا ہے؟ ترجیح الراجح، نامی ضخیم کتاب میں آپ رحمہ اللہ نے جن جن مسائل سے رجوع کیا ان کا ذکر موجود ہے، "غلطی تو انسانی شیوہ ہے لیکن اپنی غلطی کا اعتراف کر لینا یہ باکمال انسانوں کا شیوہ ہے۔

اشرف الجواب

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے تصانیف و تالیفات کے ذریعہ سے بھی دین اسلام کی خدمت کی اور منکرین اسلام کی طرف سے پیدا کیے جانے والے شکوک وشبہات کے علمی انداز میں جوابات بھی دیئے "اشرف الجواب" کے نام سے ایک کتاب ملتان کے ایک ادارہ نے شائع کی ہے جس کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی حضرت تھانوی رحمہ اللہ ایک عظیم علمی شخصیت کے مالک تھے، جن کے پائے کا ماضی قریب یا مستقبل قریب میں کوئی شخص ابھرتا ہوا دکھائی نہیں دیتا، میں چاہتا ہوں کہ اشرف الجواب کے چند سوال جواب یہاں مختصراً ذکر کروں۔

اعتراض کیا اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے ؟ جواب از حضرت تھانوی رحمہ اللہ اگر تلوار کے زور سے لوگ اسلام لاتے تو ان کے قلوب پر تلوار کا اثر کیسے ہو جاتا؟ اور دل پر اثر ہو جانے کی دلیل یہ ہے کہ ان کے اخلاق و عادات نہایت پاکیزہ اور شریعت مطہرہ کی تعلیم کے بالکل مطابق ہو گئے تھے ، چنانچہ حضرت علی کی زرہ

چوری ہوگئی تھی، ایک یہودی کے پاس سے ملی، آپ ﷺ نے دیکھ کر پہچان لی اور فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے، یہودی نے کہا کہ گواہ لاؤ، اللہ اکبر کس قدر اسلامی تعلیم کا نمونہ اپنے کو بنالیا تھا کہ جہاں رعایا کو زبان سے آزاد کیا، عمل سے بھی دکھلا دیا کہ ایک یہودی رعایا کی یہ جرأت ہے کہ وہ صاحب سلطنت خلیفۃ المسلمین سے کہتا ہے کہ گواہ لاؤ، حالانکہ یہود خود ایک ذلیل قوم تھی، جب سے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سرکشی کی تھی، اس وقت سے برابر ذلت اور خواری ہی کی حالت میں رہے اور اب بھی جہاں ہیں ذلیل وخوار ہی ہیں ، سچ کہا ہے۔

عزیزے کہ از در گہش سر بتافت بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

جس عزیز نے بھی اس کے آستانے سے منہ موڑا، وہ جس دروازہ پر گیا تمام عزتوں سے منہ موڑا۔

پس ایک تو اس کو قومی ذلت اور پھر یہ کہ آپ کی قلمرو (حکومت) کا رہنے والا مگر اس پر بھی یہ جرأت ہے۔ (اشرف الجواب ص۸،۷)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے کس احسن اور بہترین انداز میں اس بے ہودہ اعتراض کا جواب دیا اور وضاحت فرمائی کہ اسلام شمشیر و بیاں سے نہیں بلکہ اخلاق مسلماں سے پھیلا ہے۔

ایک موقع پر مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے عجیب بات ارشاد فرمائی کہ "لوگ اسلام کو بدنام کرتے ہیں کہ وہ تلوار سے پھیلا ہے، واللہ یہ بالکل غلط ہے اگر مسلمان تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان کیا کرتے تو آج ہندوستان میں جہاں اسلامی سلطنت چھ سو برس تک رہی ایک بھی ہندو باقی نہ رہتا، مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا جواب این اعتراض کے متعلق یہ ہے کہ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے تو یہ بتلاؤ کہ وہ شمشیر زن کہاں سے آئے تھے؟ کیونکہ تلوار خود تو نہیں چل

سکتی، تو جن لوگوں نے سب سے پہلے تلوار چلائی ہے یقیناً وہ تو تلوار سے مسلمان نہیں ہوئے تھے کیونکہ ان سے پہلے تلوار چلانے والا کوئی تھا ہی نہیں، تو ثابت ہو گیا کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا، تاریخ سے ثابت ہے کہ جہاد مدینہ منورہ میں اگر شروع ہوا اور اہل مدینہ رسول ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے بھی زیادہ تر مسلمان ہو چکے تھے، آخر ان کو کس تلوار نے مسلمان کیا تھا؟ (اشرف الجواب)

اعتراض: اللہ تعالی بغیر زبان کیسے کلام فرماتا ہے؟

جواب: از حضرت تھانوی رحمہ اللہ: ایک ہندو جو اپنے گروہ میں عابد کہلاتا تھا میرے پاس اپنے ایک پنڈت کے ساتھ آیا اور یہ سوال کیا کہ آپ لوگ قرآن مجید کو اللہ تعالی کا کلام کہتے ہیں حالانکہ کلام بے زبان کے ہو نہیں سکتا اور اللہ تعالی کے زبان ہے نہیں پھر اس نے کلام کیسے کیا؟ میں نے جواب دیا کہ ہم کو کلام کے لئے زبان کی ضرورت ہے لیکن خود زبان کو کلام کرنے کے لئے زبان کی ضرورت نہیں، وہ خود اپنی ذات سے کلام کرتی ہے، اسی طرح ہم کان سے سنتے ہیں لیکن خود کان اپنی ذات سے سنتا ہے اس کو کسی اور آلہ کی ضرورت نہیں ہے ہم کو دیکھنے کے لئے آنکھ کی ضرورت نہیں وہ اپنی ذات سے دیکھتی ہے، تو جب زبان اس پر قادر ہے کہ بے زبان کلام کرے تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کو کلام کے لیے کسی آلہ کی ضرورت نہ ہو تو کیا تعجب ہے، صفت کلام خود اس کی ذات میں موجود ہے، کلام خود اس کی ذات سے بلاإذن صادر ہوتا ہے، وہ ہندو اسی جواب سے بہت خوش ہوا اور اپنے ہمراہی سے کہا دیکھو اس کو علم کہتے ہیں، پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اس سے پہلے کبھی میرے ذہن میں یہ جواب نہ تھا، الحمد للہ کہ اسی وقت منجاب اللہ یہ جواب میرے ذہن میں آیا۔

(۴نومبر ۱۹۹۷ء روزنامہ صداقت لاہور میں مطبوعہ مضمون)

پاکستان اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ

بندہ عاجز نے آج سے کوئی ۲۸ سال پہلے ایک مضمون قلمبند کیا تھا، یہ مضمون پاکستان کے پچاس سال مکمل ہونے پر لکھا تھا، یہ وہ وقت تھا جب پاکستانی قوم پاکستان کے پچاس سال مکمل ہونے پر گولڈن جوبلی منا رہی تھی جب کہ میں کوٹ لکھپت جیل لاہور کی سلاخوں کے پیچھے بند تھا، لوگ جیل کی سلاخوں سے باہر ملی ترانوں کی دھنیں بجانے اور سننے میں مصروف تھے جب کہ ہم لوگ جیل کے اندر موجود درختوں پر چڑھ کر اذانیں دے رہے تھے، یہ داستان میری کتاب ''دیوار چمن سے زنداں تک''میں موجود ہے، اسی دور کا لکھا ہوا یہ مضمون جو بعض حضرات نے اپنی کتابوں میں شامل کیا ہے اس مجموعہ میں پیش کیا جارہا ہے۔

☆☆☆☆

کراچی سے شائع ہونے والے کثیر الاشاعت دینی رسالہ ''الفاروق'' کے ناظم سید عبداللہ صاحب نے تحریراً اوراپنے شفیق ومہربان استاذ حضرت مولانا وکیل احمد شیرانی صاحب مدیر ماہنامہ الصیانہ لاہور نے حکماً ارشاد فرمایا کہ پاکستان کی گولڈن جوبلی سے متعلق میں کچھ لکھوں جس میں اکابرین علمائے دیوبند کی مساعی جمیلہ کا ذکر ہوان دونوں بزرگوں کے تعمیل حکم سے قبل ہی سنت یوسفی زندہ کرنے کی سعادت مل گئی۔

ہمیں اہل تاریخ پر بجا طور پر فخر ہے، ہمارے اکابر علمائے دیوبند نے اپنے اسلاف کی طرح جہاں دین حق کی سربلندی کے لئے بڑھ چڑھ کر خدمات سرانجام دیں وہاں بدلتے ہوئے وقتی حالات کو چیلنج سمجھتے ہوئے مقابلہ کیا، چڑھتے سورج کو کبھی سلام نہ کرنے کی روایت ہمارے اکابر نے ہی قائم کی، وقت کے فراعنہ، شدادوں اور قارونوں کا مقابلہ بھی ہمارے اکابر نے ہی کیا، آج ہماری رگ حمیت اس

وقت پھڑک اٹھتی ہے جب بعض طالع آزما،ابن الوقت اور فصلی بٹیرے شاہان وقت کے گردڈ میں ہلانے والے ہمارے اکابر پر کیچڑ اچھالتے ہیں، تقریروں میں اشتعال انگیزی کرتے ہیں اور تقریروں میں زہر گھولتے ہیں اور بیک جنبش قلم تاریخی دستاویزات اور عملی کاوشوں کو نظر انداز کرتے دکھائی دیتے ہیں، بعض نا انصافی کرنے والے قلم کاروں نے منفی پہلو سامنے رکھ کر لوگوں کو یہ تاثر دینے کی نامراد کوشش کی کہ العیار باللہ اکابرین علماء دیوبند پاکستان کے مخالف تھے اگر میں اپنی اس تحریر میں ان لوگوں کے چہرے سے نقاب کھینچ ڈالوں تو حقائق از خود بول اٹھیں گے کہ علماء دیوبند تو پاکستان کی خشت خشت کو اپنے خون جگر سے سینچتے تھے جبکہ ابناء الوقت، تخریبی کوششوں میں فتویٰ بازی کی ٹیکسال بنانے میں اور مسلم راہنماؤں پر کفر کے فتوے داغنے میں دن رات ایک کیے ہوئے تھے، مسلم لیگ کی زرین بخیہ دری پڑھنے والے جانتے ہیں کہ پاکستان اور بانیان پاکستان کے مخالف کن کن کمین گاہوں میں چھپ کر یلغار کرتے تھے؟

۱۴ اگست ۱۹۹۷ء کو پاکستان پچاس سال کا ہو جائے گا، آج سے پچاس سال پہلے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جریدہ عالم پہ ایک نئی اسلامی ریاست پاکستان کے نام سے اُبھر کر سامنے آئی تھی، جس کی خشت اول میں علماء طلباء اور زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے مردوزن کا خون پسینہ شامل تھا۔

جب میں تاریخ کی کتابیں دیکھتا ہوں، ان کی ورق گردانی کرتا ہوں اور تاریخ کے چہرے سے گرد جھاڑ کر دریافت کرتا ہوں کہ وطن عزیز کی اساس و بنیاد پڑنے میں محرک و باعث کیا تھا؟ تو تاریخ کی صفحات مجھے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی سمت کشاں کشاں لے جاتے ہیں مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں پاکستان معرض وجود میں ۱۹۴۷ء میں آیا مگر اس سلسلے میں سعی و کوشش کی خشت اول ۱۸۵۷ء میں علماء دین خصوصاً علماء دیوبند تھانہ بھون یوپی نے رکھی تھی

ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے بعد جو خطرہ مسلمانوں کے دین و دنیا کو لاحق ہوا اس کا سدباب کرنے کے لئے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد ضامن شہید رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ بزرگوں اور اطراف ملک میں ان بزرگوں سے تعلق رکھنے والوں نے ہی سب سے اول جہاد سے کام لیا، بہت سے علماء و بزرگ اس میں شہید ہوئے اور بہت سے ہجرت کر گئے، انگریزوں نے تھانہ بھون کے سب مسلمانوں کی تمام صحرائی و سکنی جایئدادیں ضبط کر لی تھیں، یہ حکومت برطانیہ کی طرف سے اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے مترادف ہے کہ اس جہاد آزادی کے بانی یہی لوگ تھے، ان خطرات کو محسوس کرتے ہوئے جگہ جگہ دین کے مدرسے قائم کرنا جن کی بدولت آج اسلام پاکستان اور ہندوستان میں دنیا بھر سے زیادہ نمایاں مل رہا ہے (تحریک پاکستان اور علماء دیوبند)

جن لوگوں نے حکومت برطانیہ کے تاج محل کے کنگرے گرائے، اسے تہس نہس کرنے اور اس کی ریشہ دوانیوں کو ختم کرنے کے لئے اپنے خون کے نذرانے دیکر برصغیر کی دھرتی کو لالہ زار بنایا، انہی لوگوں کے وارثوں نے آگے چل کر ایک ایسی اسلامی ریاست کی داغ بیل ڈالنے کی سعی کی جس میں صرف خدا پرستی ہو اور اصنام پرستی سے چھٹکارا ملے، وہ دوئی پسند نہ تھے بلکہ یکتائی کے قائل تھے۔

میرے استاذ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "حضرت حکیم الامت تھانوی (مولانا اشرف علی تھانوی) کے نزدیک ہندوؤں سے اشتراک عمل اس لئے مضر تھا کہ مسلمان ایک الگ قوم، ان کے نظریات الگ، طور طریق الگ، تعلیم و تمدن الگ، وہ خدائے وحدہ کے پرستار اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں، یہی وہ اصول ہے جس پر پاکستان کی بنیاد رکھی گئی، کانگریس اول ہر مذہب و ملت کے

حقوق حاصل کرنے کے لیے وجود میں آئی، اسی لئے مسلمان اس میں شامل ہوئے، مگر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کو اول روز ہی سے اس پر اطمینان نہ ہوا انہوں نے اسے ہندوں کی چال قرار دیا آخر وہ ظاہر ہونے لگی، قلندر ھر چہ گوید دیدہ گوید
(ماہنامہ الحسن لاہور اشاعت خاص)

علماء دیوبند رحمہم اللہ کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے مسلمانوں نے کانگریس سے علٰیحدگی اختیار کرنا شروع کر دی ، قائد اعظم محمد علی جناح کچھ عرصہ تک کانگریس کے ساتھ چمٹے رہے، پھر الگ ہو گئے، بعد ازاں مسلم لیگ کی داغ ڈالی اور علماء دیوبند کی نشاندہی اور ہدایت کے مطابق اس بات پر محنت شروع کر دی کہ مسلمان الگ قوم ہیں اور ہندو الگ قوم ہیں ، مسلمانوں کو الگ قوم کی حیثیت سے منوانے کے لئے راتوں کی نیند اور دن کے ذاتی مشاغل قربان کر دیے، کانگریس کے خلاف جو ذہن سازی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے کی مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے اس مؤقف کو ترجیح دیتے ہوئے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مؤقف کو عام کیا ،علمی خدمات کے ساتھ ساتھ میدان سیاست میں بھی ان لوگوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے مسلم لیگ کے مؤقف کی تائید کی، کانگریس کے بے ہودہ پروگرام کو مسترد کیا ،جمعیت علماء ہند جو کانگریس کی ہم پیالہ اور ہم نوالہ تھی کی طرف سے اجلاس میں شرکت کی دعوت کے جواب میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ٹھوک بجا کر اپنا موقف یوں بیان کیا، ”شرعی حیثیت سے صرف اپنی رائے کا اظہار کرتا ہوں، جس کے متعلق مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سے زبانی گفتگو بھی ہو چکی ہے اور اب تو واقعات نے مجھ کو اس رائے پر بہت ہی پختہ کر رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا خصوصاً علماء کا کانگریس میں شریک ہونا میرے نزدیک زیادہ مہلک ہے

بلکہ کانگریس سے بیزاری کا اعلان کر دینا نہایت ضروری ہے، علماء کو خود مسلمانوں کی تنظیم کرنا چاہیے تاکہ ان کی عظیم خالص دینی اصول پر ہو اور کانگریس میں مسلمانوں کو داخل کرنا میرے نزدیک ان کی دینی موت کے مترادف ہے۔

حکیم الامت رحمہ اللہ کے نزدیک کانگریس میں ہندوؤں کی بالادستی اور مسلمانوں کی ماتحتی کانگریس میں ظلم وزیادتی، ہندوؤں کی رضاجوئی اور جایئدادوں کا غصب کرنا ایسا قبیح اور شنیع امر تھا جس کی موجودگی میں ان کی حمایت کرنا شرعاً اور اخلاقاً جرم سمجھتے تھے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اس جرأت رندانہ کے بعد لوگوں نے بالعموم اور کانگریس کے سرغنوں نے بالخصوص الزمات، اتہامات اور گالم گلوچ کی بندوقوں کے رخ حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور ان کے متعلقین کی طرف کرویے لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ چونکہ نباض، موقع شناس اور حقیقت پسند اور متشرع عالم دین تھے، وہ ان تمام تر ان لا یعنی باتوں سے روگردانی کر کے اپنے مشن اور کاز کے لئے تندہی سے کام کرنے کی طرف متوجہ ہوگئے جب مسلمانوں نے اس عظیم بزرگ ہستی کو مسلم لیگ کا حامی پایا تو جوق در جوق مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہونے لگے۔

مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''حضرت حکیم الامت کی طرف سے مسلم لیگ کی حمایت میں اعلان کا شائع ہونا تھا کہ مسلمان جوق در جوق مسلم لیگ میں شریک ہونا شروع ہو گئے (تحریک پاکستان اور علماء دیوبند) مسلم لیگ کی ترقی اور تشہیر کی خاطر حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور ان کے ارادت مندوں سے جو کچھ ہو سکا وہ پورے اخلاص سے کرتے رہے اور وہ اس بات کے قائل نہ تھے کہ نمبر شماری میں تھانہ بھون کا ذکر آئے، انگلی پہ لہو لگا کر شہدآء کی فہرست میں شمولیت ان کا قطعاً مطمح نظر نہ تھا، وہ تو قائد اعظم بانی مسلم لیگ سے لے کر ایک ادنیٰ مسلم لیگی کی رشد و ہدایت اور فلاح و نجات کے لئے راتوں کو مصلیٰ کی پشت پر اللہ کے

حضور الحاح وزاری کرتے اور دن کے اجالوں میں انسانی قلوب پر محنت کر کے ان کی عاقبت سنوارنے کی دعوت فکر دیتے تھے، حیات المسلمین اور صیانۃ المسلمین نامی دو کتابیں اس عظیم اور روشن مشن کی سنہری کڑیاں ہیں، جو خون جگر کی روشنائی سے تھانہ بھون کے ولی کامل نے تحریر فرماکر مسلم امہ پر احسان عظیم کیا، مسلم لیگ کے اجلاس میں وفود بھیجے جاتے تھے، جنہیں تھانہ بھون سے ہی خصوصی پیغام دے کر بھیجا جاتا تھا۔

مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں" اجلاس پٹنہ میں بھی حکیم الامت تھانوی نے ایک وفد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب حضرت مولانا مرتضیٰ اور حضرت مولانا شبیر علی تھانوی پر مشتمل روانہ کیا اور ایک پیام پڑھنے کے لیے دیا، جس میں اپنی دو کتابوں حیات المسلمین (انفرادی اصلاح کے لیے)اور صیانۃ المسلمین میں اجتماعی درستی کے لیے نشاندہی فرمادی۔(ماہنامہ الحسن اشاعت خاص)

حضرت حکیم الامت تھانوی کی للّٰہیت، خداخوفی، تقویٰ وطہارت اور سچے مشن کے لیے توجہ الی اللہ کے ساتھ ساتھ محنت شاقہ کا ثمر آنا شروع ہوا، مسلم لیگ کے سبز ہلالی پرچم تلے مسلمانوں کا ایک جم غفیر اکٹھا ہو گیا، مسلم لیگ کے چرچے ہر طرف سنائی دیئے جانے لگے، مسلم لیگی زعماء نے ابھرتے ہوئے اس انسانی سمندر کو دیکھا تو علماء دیوبند کی کاوشوں اور محنتوں کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے، وہ سمجھتے تھے کہ آج جو پھل فروٹ ہماری آغوش میں ٹپ ٹپا کر گر رہے ہیں یہ انہی درویشوں اور بوریہ نشینوں کی جانکاہ محنتوں کا نتیجہ ہے۔

مفتی جمیل احمد تھانوی لکھتے ہیں"اس کے بعد پورے ملک میں مسلم لیگ چمک اٹھی اور خود قائد اعظم اور مسلم لیگ کے دوسرے ارکان نے اس کا اعتراف کیا۔

طباعت اول حصہ اول:اکتوبر ۲۰۲۵ء۔طباعت اول حصہ دوم:نومبر ۲۰۲۵ء

سب سے پہلے تصور پاکستان اور تھانوی

اگر یہ بات ڈنکے کی چوٹ پر عرض کروں تو مبالغہ نہ ہوگا کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلنے والے خیالات و نظریات اور مسلمانوں کے لیے الگ ریاست کے قیام کی تڑپ کو مسلم لیگ نے عملی جامہ پہنایا، اصل میں یہ موقف حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا تھا، بنیاد اور اساس اس مؤقف کی حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے رکھی تھی۔

حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں" حضرت حکیم الاست تھانوی اس برصغیر میں مسلمانوں کے لئے ایک علیٰحدہ ریاست کے قیام کے خواہش مند رہے، جس زمانے میں مسلمانوں کے لئے اعلیحدہ مرکز اور مستقل نظام حکومت کا کہیں ذکر اذکار نہیں تھا، اس وقت بھی حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنی خواہش کا اظہار فرماتے رہتے تھے کہ مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن کا قیام ان کے تمدن ومذہب کے تحفظ کے لیے ضروری ہے ، بقول مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمہ اللہ مسلمانوں کے لئے علیحدہ مملکت کا تصور سب سے پہلے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے یہاں سنا گیا۔(تعمیر پاکستان اور علمائے دیوبند)

حضرت مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں" پاکستان کا تخیل خالص اسلامی ریاست کا خیال سب آوازیں بہت بعد کی ہیں، پہلے پہلے اس قسم کی آوازیں یہیں تھانہ بھون میں کانوں میں پڑیں۔

مفتی عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں" حضرت تھانوی کی دلی تمنا اور دلی دعا تھی کہ اللہ تعالی حکومت عادلہ مسلمہ قائم فرمادیں اور میں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں (اسعد الابرار بحوالہ ماہنامہ الحسن لاہور اشاعت خاص)

پاکستان بننے کی تجویز اور تھانوی: حضرت حکیم الامت تھانوی نے ۱۹۲۸ء میں پاکستان بننے کی تجویز پیش کی تھی اور اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ مسلمانوں کے الگ

تشخص کو بر قرار رکھنے کے لئے الگ اسلامی ریاست کا وجود انتہائی ضروری ہے، جس میں اسلام کا نفاذ ہو، اسلام کی شرعی عدالتوں کا قیام ہو۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اس تجویز کا علامہ اقبال مرحوم نے دل وجان سے استقبال کیا ،پھر علامہ اقبال نے الہ آباد کے مقام پر منعقدہ مسلم لیگ کے آل انڈیا کنونشن میں خطبہ صدارت کے دوران ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو اس تجویز کا ذکر کیا پھر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اس تجویز کو مارچ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قرار داد پاکستان کے نام پر ملی، مولانا تھانوی رحمہ اللہ کسی کو اندھیرے میں رکھ کر بات کرنا پسند نہیں کرتے تھے، وہ لگی لپٹی بات کرنے کے قائل نہیں تھے، وہ صاف گو اور حق گو عالم دین تھے، انہوں نے مسلم لیگ کی اگر حمایت کی تھی تو ایک ترتیب کو سامنے رکھ کر وہ کانگریس سے کلیتاً علیحدگی تھی، جب مسلم لیگ نے کانگریس سے بالکل علیحدگی اختیار کرلی اور انتخابی اکھاڑے میں دونوں جماعتیں اتر گئیں۔

مسلم لیگ کی حمایت، کانگریس کی مخالفت

۱۹۳۸ء میں جھانسی کے الیکشن میں مسلم لیگ نے کانگریس کا مقابلہ کیا، حضرت تھانوی نے جھانسی کے معتقدین و مریدین کو تار بھیجا کہ کانگریس کو ووٹ نہ دیا جائے اور مسلم لیگ کی حمایت کی جائے، اس تار کی بناء پر فتح مسلم لیگ کا مقدر بنی، فتح کی نوید سنانے والے مولانا شوکت علی، مولانا مظہر الدین یکم اپریل ۱۹۳۸ء کو تھانہ بھون آئے، وہاں جلسہ منعقد ہوا، حضرت تھانوی کے ارشاد پر ان کے مرید خاص حضرت ظفر احمد عثمانی نے تقریر کی اور مولانا تھانوی کا تائیدی بیان پڑھ کر سنایا۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے لیے نہ صرف بہت بڑا سرمایہ تھے، بلکہ یوں کہنا بے جا نہ ہو گا کہ پوری امت مسلمہ کے لیے حضرت کا وجود ایک خاص نعمت خداوندی سے کم نہ تھا، آپ

نے قائداعظم کی خدمت میں حسب ضرورت وفود بھیجے، جن کے ذریعے انہیں اصلاح احوال کی دعوت دیتے رہے اور بسا اوقات پیش آنے والے خطرات و مشکل حالات سے بھی آگاہ کرتے رہے، خط و کتابت کے ذریعے سے حالات سے باخبر رکھتے اور حالات دریافت کرتے تھے۔

اسلامی ریاست کی خواہش

یوبندی مکتبہ نظر کے لوگوں کی طرف سے مسلم لیگ کی کھلم کھلا حمایت اس بات کی غماز اور عکاس تھی کہ ان کے سرخیل ایک الگ اسلامی ریاست کے خواہشمند ہیں، اگر ایک طرف قائد اعظم محمد علی جناح کی سیاسی جہد و کاوش ہے تو دوسری طرف ان درویشوں کی دینی بصیرت کارفرمانہ ہوتی تو برصغیر کے مسلمانوں کو قائد اعظم کی سیاست اور مطالبے پر مطمئن کرنا بہت مشکل تھا، یہ لوگ اخلاص کے ساتھ مسلم لیگ کے جوانوں اور ان کے تازہ ولولوں میں عشق رسول ﷺ کے اور اسلامی رنگ بھرنے کی تمنا و خواہش رکھتے تھے، وہ ذاتی طور پر کسی کریڈٹ کے طلب گار نہ تھے بلکہ وہ صاف اور واشگاف انداز میں اسلامی ریاست کے متمنی تھے جس کا ذکر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے کر چکا ہوں، جون ۱۹۲۸ء میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی کے سامنے پاکستان کی تجویز رکھ دی تھی اور یوں فرمایا تھا

”جی تو یوں چاہتا ہے کہ ایک خطہ پر خالص اسلامی حکومت ہو سارے قوانین و تعزیرات وغیرہ کا اجراء و احکام شریعت کے مطابق ہو، بیت المال قائم ہو، نظام زکوٰۃ رائج ہو، شرعی عدالتیں قائم ہوں، مسلمانوں کو اس کے لئے کوشش کرنی چاہیے ہندوؤں سے مل کر یہ مقصد حاصل نہ ہو گا، حضرت تھانوی کی پوری پوری خواہش یہ تھی کہ مسلم لیگی لوگ جو معاشرے میں پھیل کر عوامی سطح پر لوگوں کی ذہن

سازی کا جذبہ رکھتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کی وجہ سے جدوجہد کرنے کی تڑپ رکھتے ہیں ان لوگوں کو دین اسلام کے رنگ میں رنگا جائے، ان پر دیانتداری کا تاج چمک رہا ہو، یہ سچے دیندار اور کھرے مسلمان بن جائیں، آپ نے اپنے خاص الخاص عالم مولانا شبیر علی تھانوی سے ایک دن ارشاد فرمایا

"میاں شبیر علی ہوا کا رخ بتا رہا ہے کہ لیگ والے کامیاب ہو جائیں گے اور جو سلطنت ملے گی وہ انہی لوگوں کو ملے گی، جن کو ہم فاسق وفاجر کہتے ہیں، مولویوں کو تو ملنے سے رہی، لہٰذا ہم کو یہ کوشش کرنا چاہیے کہ یہی لوگ دیندار بن جائیں اور جو سلطنت قائم ہو وہ دیندار اور دیانتدار لوگوں کے ہاتھ میں ہو تا کہ اللہ کے دین کا ہی بول بالا ہو۔

قائداعظم کو نماز کی تلقین

حضرت تھانوی تادم زیست اپنے سچے جذبوں کو پروان چڑھانے کی خاطر مسلم لیگ کی طرف متوجہ رہے، حضرات علماء کرام کے مختلف وفود جو روانہ کیے ان کا مقصد اولین یہی تھا کہ ان لوگوں کی اصلاح ہو جو اپنے کو عوام الناس کا خیر خواہ سمجھتے ہوئے سامنے لانا چاہتے ہیں، مختلف وفود کے شرکاء کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

"بہر حال حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے ارباب مسلم لیگ کی طرف اپنے خدام ومعتقدین پر مشتمل ایک تبلیغی وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا چنانچہ پہلا وفد مولانا مرتضی حسن چاند پوری کی قیادت میں حضرت مولاج مفتی محمد شفیع صاحب مولانا شبیر علی تھانوی اور مولانا مفتی عبد الکریم گم تھلوی پر مشتمل ۲۴ دسمبر ۱۹۳۸ء کو قائداعظم سے ملا، جس میں ان کو نماز کی تبلیغ کی گئی اور قائداعظم نے نماز پڑھنے کا وعدہ کیا، پھر دوسرا وفد ۱۲ فروری ۱۹۳۹ء کو مولانا ظفر احمد عثمانی کی زیر قیادت دلی

پہنچا، جس میں مولا مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا شبیر علی تھانوی بھی شامل تھے قائد اعظم سے سیاست و مذہب پر بحث ہوئی، جس میں قار اعظم کو یہ بات ماننی پڑی کہ اسلام میں سیاست مذہب سے الگ نہیں بلکہ مذہب کے تابع ہے

عام علماء کرام بھی قائد اعظم سے میل ملاقات کرتے تھے، لیکن جس قدر عزت کی نگاہ سے وہ تھانہ بھون سے آنے والے ان دیوبندی علماء کرام کو دیکھتے تھے اس قدر دوسروں کی طرف نظر التفات نہ رکھتے تھے، ن کی گفتگو سے مروجہ سیاست کی بو اور تعفن اٹھ اٹھ کر دماغوں کو ماؤوف کر دیتا تھا جبکہ ان برگزیدہ لوگوں کے وہاں جانے سے قائد اعظم کے ایمان کو جلا اور روشنی ملتی تھی، وہ متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے، انہوں نے دوسرے علماء اور تھانہ بھون کے علماء کو بہت قریب سے دیکھ کر یہ عظیم تاریخی فیصلہ صادر فرمایا جسے آب زر سے لکھنا چاہیے، قائد اعظم نے کہا تھا

''مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم ہے، جس کا علم و تقدیس اگر ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں تمام علماء کا علم و تقدیس و تقویٰ رکھا جائے تو اس کا پلڑا بھاری ہوگا، وہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سرپرست دار العلوم دیوبند ہیں''

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے جس گلشن کو اپنے جگر کے لہو سے سینچا تھا اس کے پھول اور کلیاں اور ان کی مہک آنے ہی والی تھی کہ قیام پاکستان سے چار سال پہلے وہ داعی اجل کی دعوت پر لبیک کہہ کر ۱۹۴۳ء میں خالق کائنات کی آغوش رحمت میں پہنچ گئے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی: حضرت تھانوی کی حکمت بالغہ اور بصیرت تامہ کے بعد تعمیر پاکستان میں اگر کسی شخصیت نے شبانہ روز کام کیا تو وہ شیخ الاسلام حضرت علامہ

شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی ذات گرامی ہے، جن کا ذکر خیر کبھی بھی گورنمنٹ آف پاکستان کی زیر نگرانی شائع ہونے والی تاریخ پاکستان کی مختلف کتابوں میں مل جاتا ہے لیکن تف ہے کمینگی حسد اور تنگ نظری پر کہ مخالفین علمائے دیوبند نے ان پاک دل و پاکباز، نیک سرشت، پاک طینت ہستیوں کے تذکار مبارکہ کو اپنی کوتاہ نظری کی گرد کے نیچے داب دیا۔

پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی رحمہ اللہ مولانا شبیر احمد عثمانی کا تذکرہ خیر ان الفاظ میں کرتے ہیں "حضرت حکیم الامت کے بعد دار العلوم دیوبند کے صدر مہتمم شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ سب سے زیادہ مؤثر اور فعال شخصیت کے مالک تھے، جنہوں نے مسلم لیگ میں شرکت کرکے نظریہ پاکستان کی زبردست حمایت کی اور مسلم لیگ کو چند دنوں میں بلندیوں تک پہنچادیا۔

اگر ایک طرف قائد اعظم محمد علی جناح نے لیگ میں شرکت کو سیاسی طور پر مسلمانوں کے لئے ضروری قرار دیا تو شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمہ اللہ نے مذہب اور سیاست دونوں کی روشنی میں متحدہ ہند کے مسلمانوں کی راہبری کی، جس کے نتیجے میں مشرق سے لے کر مغرب تک مسلمانوں میں لیگ اور پاکستان کی تائید میں ایک لہر دوڑ گئی۔

ان کے سب سے پہلے پیغام نے کل ہند جمعیت علماء ہند کی کانفرنس میں وہ صور پھونکا کہ مسلمانوں کی کایا پلٹ گئی ان کو کل ہند جمعیت علماء ہند کا مرکزی صدر بنایا گیا، جو پاکستان کے حامی علمائے دیوبند کی ایک مضبوط اور فعال جماعت تھی، پھر علامہ عثمانی نے مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ میں خطبہ صدارت دیا، جس میں لیگ کو کامیاب بنانے کی زبردست اپیل کی گئی جس کا نہایت شاندار اثر ہوا بعد ازاں علامہ عثمانی رحمہ اللہ نے بمبئی کانفرنس میں اور پھر لاہور جمعیت علماء اسلام کی کانفرنس میں زبردست خطبے دیے، ملک کا دورہ کیا اور تقریریں کیں۔

آگے چل کر پروفیسر انوارالحسن شیر کوٹی لکھتے ہیں" صوبہ سرحد (لمحہ موجود میں اس صوبے کا نام صوبہ خیبر پختونخواہ یعنی کے پی کے ہے) میں ریفرینڈم کے لئے دورہ کیا اور بے پناہ کامیابی حاصل کی جس کا سہرا علامہ عثمانی مرحوم کے سر رہا آخر پاکستان وجود میں آگیا، آپ کا مشن ابتداہی ہے لیگ میں شرکت سے اسلامی حکومت کا قیام اور اسلامی شریعت کا نفاذ تھا۔

چنانچہ عثمانی مرحوم نے پاکستان میں دستور ساز اسمبلی کے ایک با اثر رکن کی حیثیت سے قرار داد مقاصد کے نام سے ریزولیوشین پاس کرایا اور مغربی پاکستان کا پرچم بھی اپنے دست مبارک سے لہرایا"

شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمہ اللہ شروع ہی سے مسلمانوں کی ایک تنظیم کے خواہاں تھے، جو مسلم امہ کے افکار و خیالات کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ ان کے دلوں کی دھڑکن ثابت ہو، ان کے نزدیک مسلم لیگ ہی اس بار عظیم کو اپنے شانوں پر لاد سکتی تھی حضرت عثمانی رحمہ اللہ کانگریس کو بھی سیدھی لائن پر رکھنے کے لئے مطالبات ماننے کی بات کرتے تھے لیکن کانگریس کی ہمجولی جماعت جمیعت علماء ہند کا اس بات پر اصرار تھا کہ سامراج انگریز دشمن کو اپنے دیس سے ششکار باہر کیا جائے پھر ہم اپنے اندانی مسائل از خود بیٹھ کر حل کرلیں گے لیکن عثمانی رحمہ اللہ کی سلیم فطرت کچھ اور ہی فیصلہ کر چکی تھی چنانچہ انہوں نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرلی۔

ہندوستان میں جید اور علم و عمل کے بحر ناپید اکنار علماء کی دو جماعتیں بن گئیں ایک جماعت کانگریس کی حمایتی تھی اور دوسری مسلم لیگ کی پشتی بان تھی، اندریں حالات مسلم لیگ کو بر صغیر کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک عوامی حمایت اور ذہن سازی کے لئے علماء کرام کی سخت ضرورت بھی تھی ، حضرت عثمانی رحمہ اللہ

اور ان کے رفقائے کار نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی زندگی میں بھی اور بعد میں بھی مسلم لیگ کے لیے اور پاکستان کے عروج و ترقی کے لئے نمایاں خدمات سر انجام دیں، جو سنہری حروف سے لکھی جانی چاہییں، اگر ان لوگوں کی فکر و کاوش، جذبہ وولولہ، جوش جنوں اور قوت ایمانی نہ ہوتی تو آج پاکستان کا وجود مفقود ہوتا، اس کی خوابیں تعبیر کی بجائے سراب خیال ہوتیں، آزادی کی بجائے مسلمان غلامی کے طوق وسلاسل میں جکڑے ہوئے ہوتے، آزادی افکار کی بجائے غلامی کا شکار ہوتے، اظہار خودی کی بجائے انگریز کے سامنے مؤدب اور دست بستہ جی حضور اور یس سر کہنے کے لیے ایستادہ (کھڑے) رہتے۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو وطن عزیز دنیا کے نقشے پر ایک نئے اسلامی ملک کی حیثیت سے ابھرا تو علامہ عثمانی مرحوم نے قیام پاکستان پر محمد علی جناح کو ہدیہ تبریک پیش کیا، جب حضرت عثمانی قائداعظم کی کوٹھی پہ حضرت ظفر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیع کے ہمراہ پہنچے تو قائداعظم نے اٹھ کر ان حضرات کا استقبال کیا، خیر مقدمی کلمات کہے، مصافحہ اور معانقہ کے بعد اپنے ساتھ والی کرسیوں پر عزت واحترام سے بیٹھنے کی فرمائش کی، ہدیہ تبریک پیش کرنے کے جواب میں قائداعظم نے کہا "مولانا مبارک باد آپ کو ہے کہ آپ کی کوششوں سے ہی یہ کامیابی ہوئی ہے، دیوبند مکتب فکر کے اتباع اور پیروکاروں کی یہ سعادت ہے کہ ان کے سرخیل شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے قیام پاکستان پر پاکستان کی پرچم کشائی اپنے دست مبارک سے فرمائی، قائداعظم نے کراچی میں پرچم کشائی کی دعوت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کو ڈھاکہ میں پرچم کشائی کی دعوت علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کو دی۔

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

استاذ العلماء علامہ پروفیسر ڈاکٹر خالد محمود (رحمہ اللہ) مولانا عثمانی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

ہیں "شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے نہ صرف پاکستان کی حمایت کی بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ قائد اعظم کے بعد تصور پاکستان کے خاکہ میں رنگ بھرنے کا سب سے مؤثر عمل حضرت علامہ عثمانی رحمہ اللہ ہی کا تھا تو بے جانہ ہو گا حضرت علامہ عثمانی رحمہ اللہ نے قرار داد پاکستان کی تائید میں بیانات جاری فرمائے، جمعیت علماء اسلام کی بنیاد رکھی، مضامین لکھے، پر زور تقاریر کیں، پیرانہ سالی میں ہمت کو جوان کر کے قائد اعظم کا پورا پورا ساتھ دیا، یہاں تک کہ ہندوستان کی فضائیں پاکستان زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھیں۔

مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ کی سحر آفریں خطابت کا جواب مسلم لیگ کے پاس شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ ہی کی وجد آفریں زبان تھی اور پھر سابق مشرقی پاکستان کا علاقہ سلہٹ اور صوبہ سرحد (کے پی کے) کا ریفرنڈم تو شیخ الاسلام علامہ عثمانی مرحوم کا عظیم کارنامہ تھا، حضرت علامہ عثمانی رحمہ اللہ پاکستان کی حمایت میں نہ نکلتے تو آج یہ علاقے بھی ہندوستان کے پاس ہوتے، صوبہ سرحد اور سلہٹ کی پاکستان میں شمولیت محدث دیوبند کا پاکستان پر احسان عظیم ہے۔

حضرت عثمانی مرحوم اور ان کے رفقاء کار جس طرح قیام پاکستان سے پہلے دن رات ایک کر کے پاکستان بنانے کی محنت کر رہے تھے اسی طرح قیام کے بعد تادم زیست اسلامی دستور کی ترتیب وتنفیذ کے لئے قانون سازی میں حکومت کے مدد و معاون رہے، وہ اپنے طور ہے پورے اخلاق انہاک سے کام کرتے رہے لیکن حکومت میں شامل بعض نام نہاد مسلمانوں نے ان کے دنیا سے رخت سفر باندھ لینے کے بعد اپنا قبلہ وکعبہ انہی غیر اسلامی قوتوں کو بنایا جن کے زیر سایہ یہ مسلمان آزادی سے پہلے بسر کر رہے تھے۔

مولانا ظفر احمد عثمانی: حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے بھی تحریک پاکستان کے

سلسلہ میں بیش بہاخدمات سرانجام دی ہیں، پروفیسر انوارالحسن شیر کوٹی رقم طراز ہیں" دار العلوم دیو بند کے جلیل القدر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں ہندوستان کے چپے چپے کا سفر کیا اور تقریباً تین سال تک ہندوستان کے گوشے گوشے میں مولاناموصوف کی مساعی سے تحریک پاکستان مقبول ہوئی کہ زعماء بھی مولانامرحوم کی خدمات کے قائل ہوگئے، آپ شب وروز تحریک پاکستان کی شمع کو ہاتھ میں لیے مسلمانوں کے قلوب کو روشن اور پاکستان کی اساس کو مستحکم فرماتے رہے۔

ان تین نمایاں اور قابل ذکر شخصیات کے علاوہ مولانامفتی محمد شفیع، مولانااظہر علی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولاناشبیر علی تھانوی، مولاناسید مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانامحمد ابراہیم بل یاوی، مولاناشاہ عبد الغنی، مولانامفتی محمد حسن، علامہ سید سلیمان ندوی، مولاناخیر محمد جالندھری، مولانامحمد ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ جیسے مایہ ناز علماء بھی تحریک پاکستان میں ہر اول دستے کا کردار ادا کرتے رہے۔

بعض لوگ حقائق اغماض اور چشم پوشی کرتے ہوئے ہمارے بعض بزرگوں کی ذاتی رائے کو لیتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ دیوبندی علماء تعمیر پاکستان کے مخالف تھے، بعض جہالت کی وجہ سے اور بعض بغض وعناد کی وجہ سے الزام تراشیوں اور دشنام طرازیوں سے باز نہیں آتے حالانکہ سرکردہ علماء نے تعمیر پاکستان کی خشت اول کو اپنے جگر کے لہو سے سینچااور قائد اعظم مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔

استاذ محترم علامہ خالد محمود(رحمہ اللہ)لکھتے ہیں دار العلوم دیوبند کے پانچ بڑے عہدیداروں سرپرست، صدر، مہتمم، صدر مدرس، صدر مفتی اور مہتمم میں سے چار مسلم لیگ کے ہم خیال تھے، سرپرست حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تھے صدر مہتمم علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تھے، صدر مفتی مولانامفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تھے اور مہتمم مولانا قاری محمد طیب تھے، صدر

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

مدرس حضرت مولانا سید حسین احمد رحمہ اللہ کانگریس کے ہم خیال تھے، ان کے علاوہ دار العلوم دیوبند کے بہت سے علما مدرسین اور ارکان شوریٰ مسلم لیگی خیال کے تھے، حضرات علماء دیوبند نے تعمیر پاکستان سے لے کر تادم تحریر جتنی قربانیاں پیش کی ہیں کوئی دوسرا طبقہ ان کی اونی سی مثال پیش کرنے سے بھی قاصر ہے۔

{{یہ مضمون ۱۳ نومبر ۱۹۹۷ء میں روزنامہ صداقت لاہور کے خصوصی ایڈیشن میں شائع ہوا تھا، مضمون بہت پرانا ہونے کی وجہ سے کچھ الفاظ جدید اشاعت میں پڑھے نہیں جارہے تھے، وہاں کچھ نہ کچھ الفاظ کی کمی ہو گئی ہے، جن احباب کو اصل حوالہ جات میں انتہائی معمولی کمی بیشی دکھائی دے تو ان سے پیشگی معذرت خواہ ہوں}}

بندہ ناچیز، حقیر وپر تقصیر پر رب تعالیٰ کا احسان وکرم ہے کہ عہد طفلی سے ہی ان بزرگوں کی محبت، عقیدت اور عشق سے سرشار کر رکھا ہے، یہ مضمون میں نے لکھا، پھر لکھنے کے بعد اسے چھپوانے کا مرحلہ تھا، میرے پاس سواری نہیں تھی، اخبارات کے دفاتر بہت فاصلے پر تھے، ''مشرق'' اخبار کا دفتر شہر کے وسط میں تھا، جہاں تک مجھے کئی کلومیٹر کا سفر پیدل طے کرنا پڑا، یہاں سبحانی صاحب مرحوم ادارتی صفحات کے ذمہ دار تھے، ان کی خدمت میں پیش کیا، اس گومگو کی کیفیت میں کہ نامعلوم میرا مضمون زیور طباعت سے آراستہ وپیراستہ ہونے کے قابل ہے بھی کہ نہیں؟ واپس ہوا، پھر یہاں سے پیدل چلتے چلتے نسبت روڈ سے گزرتے ہوئے میو ہسپتال کے سامنے جا پہنچا، جہاں روزنامہ '' امروز'' کا دفتر تھا، یہاں استقبالیہ سے اجازت لے کر ادارتی صفحات کے ذمہ دار سے جاملا، جن کا نام مجھے معلوم نہیں ہے، مضمون ان کے سپرد کیا اور اس امید پر واپسی کی راہ لی کہ شائع ہو جائے گا، کچھ دنوں بعد روزنامہ ''مشرق'' اور روزنامہ ''امروز'' نے میرا یہ مضمون شائع کر دیا۔ میں نے آج تک بے شمار مضامین لکھے جو اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں، میرے کالموں کے دو والیم شائع ہو چکے ہیں، اصل مضامین فائلوں میں محفوظ ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک

تفسیری خدماتِ حضرت تھانوی رحمہ اللہ

حضرت حکیمُ الاُمّت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنے وقت کے عظیم المرتبت عالم، ولی اللہ اور صوفی تھے، آپ نے دینی علم، روحانی تربیت، تصوف اور اخلاقی اصلاح کے میدان میں وہ کارنامے سرانجام دیے جو تاریخِ اسلام کے روشن ابواب میں شمار ہوتے ہیں، آپ کی ذات علم و عمل کا حسین امتزاج اور روحانیت کا مرکز تھی۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی شخصیت اتنی ہمہ گیر اور جامع تھی کہ وہ فقہ، حدیث، تفسیر، کلام، اخلاقیات، روحانیات اور تبلیغ، ہر شعبے میں نمایاں نظر آتے ہیں، آپ کی تحریروں اور تصنیفات نے امت کو بے پناہ فیض پہنچایا۔

آپ کو اپنے اسلاف کی علمی و عملی وراثت ملی اور آپ نے اس کو مزید ترقی دی، آپ کی شخصیت کی خصوصیت یہ تھی کہ دین کے ہر شعبے میں آپ نے رہنمائی فراہم کی، آپ کی زندگی کا مقصد امت کی اصلاح اور افراد کی سیرت سازی تھا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی صلاحیتیں رکھی تھیں، آپ کا ذہن نہایت تیز اور فہم و فراست بے مثال تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے فقہ و تفسیر میں مہارت، روحانی تربیت میں کمال اور دینی رہنمائی میں غیر معمولی بصیرت کا مظاہرہ کیا۔

آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے افراد علم و حکمت کے موتی چن لیتے اور روحانی سکون حاصل کرتے، آپ نے عوام و خواص سبھی کی اصلاح کے لیے تحریر و تقریر کا ایسا انداز اپنایا جس نے لاکھوں دلوں کو بدل دیا۔

یقیناً مولانا اشرف علی تھانوی ان نفوسِ قدسیہ میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی تجدید اور امت کی رہنمائی کے لیے چن لیا تھا، ان کی علمی اور روحانی

میراث آج بھی زندہ ہے اور آنے والے زمانے تک رہنمائی کا ذریعہ بنی رہے گی۔

حضرت حکیمُ الاُمّت مولانا اشرف علی تھانوی کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص نعمت عطا کی تھی کہ آپ کو تفسیر اور تصوف کے درمیان ایک خاص ربط اور موزونیت کی دولت حاصل تھی، قرآنِ کریم کی تشریحات، اسرار و معانی اور آیاتِ قرآنی کے باہمی تعلق پر آپ کو غیر معمولی بصیرت عطا ہوئی تھی،یہی وجہ ہے کہ آپ کی تفسیری نکات میں ایک ہم آہنگی، توازن اور فکری گہرائی پائی جاتی ہے۔

تصوف اور سلوک کے معاملات میں بھی آپ کی تعلیمات بے حد جامع تھیں، آپ نے علومِ قرآن، مشکلاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویہ کو نہایت آسان اور عام فہم انداز میں پیش کیا، آپ کی عادت یہ تھی کہ ہمیشہ قرآن و سنت کے دلائل کو اپنی گفتگو اور تحریر کا مرکز بناتے اور اس پر ہی روحانی و اخلاقی مسائل کی بنیاد رکھتے۔

حضرت تھانوی کے ملفوظات اور علمی خدمات میں یہ امتیاز نمایاں ہے کہ آپ نے اصلاحِ نفس اور تصوف کو محض مجرّد ریاضت یا خشک فلسفے تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیا، یوں آپ کی مجالس اور تحریرات میں علمی دلائل اور روحانی ذوق کا حسین امتزاج ملتا ہے۔

حضرت تھانوی کی خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ نے دینی علوم کو اس انداز سے مرتب کیا کہ عام مسلمان بھی اس سے استفادہ کر سکے اور علماء و خواص بھی اس سے رہنمائی لے سکیں، آپ کے موضوعات کی وسعت اور آپ کی علمی نظر نے یہ ثابت کیا کہ آپ اپنے وقت کے سب سے بڑے فقیہ النفس مفسر تھے۔

آپ نے اپنے دور کے علمی اور عملی تقاضوں کے مطابق اصلاحِ معاشرہ، اخلاقی تربیت اور دینی شعور کی آبیاری کی، یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریرات آج بھی دین کے ہر شعبے میں راہنمائی اور بصیرت عطا کرتی ہیں، حضرت حکیمُ الاُمّت تھانوی کی اصلاحی اور تفسیری خدمات بے حد وسیع اور گہری ہیں، آپ نے تفسیر قرآن کو محض

علمی تحقیق یا خشک فلسفے تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اسے عملی زندگی کے مسائل کے حل اور دینی رہنمائی کا ذریعہ بنایا، آپ کی تفسیر میں حدیث، فقہ، اصول اور عملی حالات سب کو ساتھ ملا کر قرآن کے پیغام کو مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت تھانوی کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ نے تفسیر قرآن میں عام قاری کے لیے بھی آسان اور سادہ اسلوب اختیار کیا تاکہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے، آپ کے نزدیک تفسیر محض علمی مشق نہیں بلکہ قرآن کے صحیح اور درست فہم کا ذریعہ ہے، آپ ہمیشہ اس بات پر زور دیتے کہ تفسیر قرآن سنتِ نبوی اور سلفِ صالحین کے اصول و قواعد کے مطابق ہونی چاہیے، کیونکہ انہی بنیادوں پر قرآنی تعلیمات کی درست تفہیم ممکن ہے۔

آپ نے اس امر کی بار بار نشاندہی کی کہ جو لوگ اپنی خواہشات یا ذاتی رائے کو قرآن پر مسلط کرتے ہیں وہ درحقیقت گمراہی میں پڑ جاتے ہیں، اسی لیے آپ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ قرآن کی تفسیر میں آزاد خیالی یا محض عقلی موشگافیوں سے بچنا ضروری ہے اور ہمیشہ صحیح اصول و ضوابط کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی سب سے بڑی خدمت یہ تھی کہ آپ نے اصلاحِ نفس، تزکیۂ اخلاق اور دینی شعور کی روشنی میں تفسیر قرآن کو پیش کیا، اس کے نتیجے میں آپ کی تفسیر محض علمی نہیں بلکہ ایک زندہ اور عملی رہنمائی بن گئی، یہی وجہ ہے کہ آپ کی تفسیر کا خاصہ یہ ہے کہ وہ قرآن کے پیغام کو موجودہ حالات سے ہم آہنگ کر کے پیش کرتی ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے تفسیر القرآن کو اصلاحی نقطۂ نظر کے ساتھ جوڑا، تاکہ قرآن کی روشنی میں امت کے مسائل کا حل تلاش کیا جا سکے، یہی خصوصیت ان کی تفسیری خدمات کو منفرد اور نفع بخش بناتی ہے۔

آج کل بعض افکار و رجحانات کا رواج عام ہو رہا ہے، اس لئے ان سے متعلق اصلاحی نکات اور رہنمائی کو زیادہ سے زیادہ منظر عام پر لانا اور امتِ مسلمہ کو ان سے آگاہ کرنا نہایت ضروری اور بڑی دینی خدمت ہے، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں جو اصلاحی اور تفسیری خدمات سر انجام دی ہیں وہ نہایت قیمتی ہیں، ان کے رسائل اصلاحی مقالات کی ایک جھلک پیش کرنا مفید ہو گا تاکہ قارئین اس پر پوری توجہ سے مطالعہ کریں۔

یہ تمام تحریریں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں مختلف مقامات پر درج ہیں۔ مثلاً:

① اصلاحِ تفسیرِ سر سید

سر سید احمد خان کی تفسیر میں بعض ناپسندیدہ اور گمراہ کن خیالات پائے جاتے تھے۔ ۱۹۰۷ء میں بعض خیر خواہوں کے اصرار پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان غلط نظریات کو مختصر طور پر جمع کیا اور فارسی میں ایک جدول کی شکل میں ان کی نشاندہی فرمائی، بعد میں احباب کے مشورے سے اس کی اشاعت بھی کی گئی تاکہ عام مسلمانوں کو فائدہ پہنچے اور ساتھ ہی ان نظریات کے بطلان کو بھی واضح کیا گیا، یہ رسالہ امداد الفتاویٰ جلد ۴ میں موجود ہے۔

② اصلاحِ ترجمۂ دہلوی (ڈپٹی نذیر احمد)

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے قرآن کا نیا ترجمہ کیا مگر اس میں زیادہ زور زبان پر تھا اور اقوالِ سلف کی پروا نہیں کی گئی، جدید رجحانات سے متاثر ہو کر انہوں نے کئی مقامات پر ایسی ترجمانی کی جس کی اصلاح ضروری تھی، اس پر حضرت تھانوی نے ایک مستقل رسالہ تحریر کیا جو شائع ہو کر خاص و عام کے لئے نفع رساں ثابت ہوا۔

③ اصلاحِ ترجمۂ حیرت دہلوی: مرزا حیرت دہلوی عربی زبان سے ناواقف تھے مگر

اس کے باوجود انہوں نے قرآن کا ترجمہ کیا، جو اغلاط سے بھرپور تھا، اس کی اصلاح کے لئے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے رسالہ اصلاحِ ترجمۂ حیرت تصنیف فرمایا۔

④ اصلاحِ تفسیر البیان

لاہور کے ایک عالم نے ''تفسیر البیان فی مقاصد القرآن'' نامی تفسیر لکھی، جس میں کئی شرعی نقائص پائے گئے، مصنف کی درخواست پر حضرت تھانوی نے ان نقائص کی نشاندہی فرمائی اور الإھادی بالبرھان فی نقد تفسیر البیان کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا جو امداد الفتاویٰ جلد ٦، ص۲۲۳ تا ۲۲۷ پر شائع ہے۔

⑤ توحید الحق

بعض معاصر اہل قلم نے یہ نظریہ پیش کیا کہ اہلِ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے پیروکار بھی نجات یافتہ ہوسکتے ہیں، یہ دعویٰ چونکہ قرآن و سنت کے خلاف تھا، اس لئے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں ایک مدلل رسالہ توحید الحق تحریر فرمایا، اس میں ثابت کیا کہ دینِ اسلام کے سوا کوئی دین نجات کا ضامن نہیں، یہ رسالہ ۱۳۵۸ھ میں لکھا گیا اور امداد الفتاویٰ جلد ۵ میں ص۶۷۹ تک درج ہے۔

⑥ ملاحۃ البیان

اعظم گڑھ کے ایک اہلِ علم نے قرآن کے بعض الفاظ پر اعتراض کیا کہ وہ مناسب نہیں، یہ بات ایک اخبار میں چھپی جس پر دوسرے اخبار میں اس کا جواب آیا، معاملہ حضرت تھانوی کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے قرآن کے اعجاز اور اس کے کامل و بے عیب ہونے پر ایک جامع رسالہ لکھا اور انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا سے استدلال کرتے ہوئے وضاحت فرمائی کہ قرآن ہر طرح کے نقص و عیب سے پاک ہے، یہ رسالہ امداد الفتاویٰ جلد ٦ میں موجود ہے۔

⑦ التقصیر فی التفسیر

اس رسالے میں حضرت تھانوی نے تفسیر بالرائے اور علمِ اعتبار کے موضوع پر روشنی ڈالی، بعض معاصرین نے علمِ اعتبار کو براہِ راست تفسیر میں شامل کرنے کی کوشش کی تھی، اس پر آپ نے واضح کیا کہ کتاب و سنت سے ماخوذ احکام ہی معتبر ہیں اور ان سے ماوراء کوئی بات اگر نصوص سے مشابہت رکھتی ہو تو محض تنبیہ کے طور پر ذکر کی جاسکتی ہے، لیکن اسے نص کا مدلول کہنا تحریف اور تفسیر بالرائے کے زمرے میں آتا ہے۔ (مفہوم و مطلب مضمون مولانا عبد الشکور ترمذی، الحسن لاہور)

⑧ ترجمۃ القرآن

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا اردو ترجمۂ قرآن اپنی روانی، سلاست اور محاورہ بندی کے اعتبار سے دیگر بڑے تراجم پر سبقت رکھتا ہے، حضرت نے ایسا ترجمہ پیش کیا جو نہ صرف درست اور فصیح ہے بلکہ ان تمام لغزشوں اور اغلاط سے بھی پاک ہے جو بعض موجودہ تراجم میں دکھائی دیتی ہیں، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن نے بھی اس ترجمے کی عظمت و صحت کی کھلی شہادت دی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے ترجمہ کیا اور اس کے بعد حضرت تھانوی نے، میں نے دونوں کو بغور دیکھا اور یہ پایا کہ یہ ترجمے بے عیب، رواں اور عمدہ ہیں۔ (مقدمہ ترجمۂ شیخ الہند)۔ اس تصدیق سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ترجمہ ایک عظیم سند اور معیار کی حیثیت رکھتا ہے۔

عام طور پر اردو تراجم میں بعض مقامات پر ایسے اسلوب پائے جاتے ہیں جن سے قارئین کو اشکالات اور شبہات لاحق ہو جاتے ہیں، لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ترجمے میں ایسی احتیاط برتی گئی کہ قرآن کے الفاظ اپنے حقیقی معانی کے مطابق واضح اور غیر مشتبہ انداز میں منتقل ہوئے۔

⑨ تفسیر بیان القرآن

حضرت تھانوی کی تفسیر "بیان القرآن" بارہ ضخیم جلدوں میں ہے، جو پہلی مرتبہ ۱۳۲۶ھ میں مطبع مجتبائی سے شائع ہوئی، اس کے بعد متعدد ایڈیشن منظر عام پر آئے، بعد میں اشرف المطابع تھانہ بھون سے نظر ثانی شدہ ایڈیشن چھپا، جسے بعد ازاں مکتبہ الحسن لاہور نے عکس کے طور پر تین جلدوں میں چھاپا اور آخر میں "یتیمۃ البیان" کا اضافہ بھی شامل کر دیا۔

اس تفسیر کی خصوصیات میں یہ شامل ہے کہ: صحیح احادیث اور اقوالِ سلف کی پابندی کی گئی ہے۔ فقہی اور کلامی مسائل کی وضاحت ملتی ہے۔ لغوی تحقیق اور نحوی ترکیبوں کی تشریح کی گئی ہے۔ عام شکوک و شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ صوفیانہ وذوقی نکات بھی شامل ہیں۔ یوں "بیان القرآن" صرف ایک ترجمہ و تفسیر نہیں بلکہ علم، فکر، فہمِ دین اور روحانی بصیرت کا جامع سرمایہ ہے۔

مولانا عبد الشکور ترمذی لکھتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ تفسیر بیان القرآن مطالب قرآن پاک کے سمجھنے کے لیے جس طرح کافی ہے، شکوک و شبہات کے ازالہ اور اشکالات کے حل کے لیے بھی یہ تفسیر زمانہ حاضرہ کی تفسیروں میں امتیازی شان کی حامل ہے، اس کے حکیمانہ اسلوب بیان اور محققانہ طرز استدلال سے ہر شخص اپنی استعداد اور صلاحیت کے موافق استفادہ اور اپنے شکوک و شبہات کا ازالہ کر سکتا ہے۔ (ماہنامہ الحسن اشاعت خاص)

حضرت حکیم الامت کا طریقہ تحریر پر وقار اور متین ہے اور کوئی لفظ زائد از ضرورت نہیں ہوتا، یہ ترجمہ قواعد کے لحاظ سے مستند ہونے کے ساتھ ساتھ ادبیت کے لحاظ سے بھی بلند پایہ ہے، بڑے بڑے صاحب طرز ادیب اس کی ادبیت کے معترف ہیں۔ (مقالہ مولانا ترمذی مطبوعہ الحسن اشاعت خاص اکتوبر ۱۹۸۷)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

خدمت حدیث

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ برصغیر ہند و پاک کی ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت ہیں جن کی علمی و روحانی عظمت کسی تعارف کی محتاج نہیں، عام طور پر اہلِ علم اور عوام الناس آپ کو ایک بلند پایہ صوفی، فقیہ، مصلح اور داعی کی حیثیت سے جانتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ خدمتِ حدیث کے میدان میں بھی آپ کی خدمات نہایت شاندار اور گراں قدر ہیں، یہ وہ پہلو ہے جو بعض اوقات نظر انداز ہو جاتا ہے، حالانکہ یہ آپ کے تاجِ مجددیت کا روشن اور درخشاں گوہر ہے۔

ابتدائی اکتسابِ علم حدیث

مولانا تھانوی نے علم حدیث براہِ راست اپنے عظیم اساتذہ سے حاصل کیا، بالخصوص شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمہ اللہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ اور مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی رحمہ اللہ اور ملا محمود رحمہ اللہ جیسے اجلہ محدثین سے استفادہ کیا، یہ حضرات خود شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمہ اللہ اور دیگر اساطینِ فن کے تلامذہ تھے، اس طرح حضرت تھانوی کی علمی نسبت براہِ راست حدیث کی عظیم الشان روایت سے جاملتی ہے، شجرہ حدیث حضرت نانوتوی سے ہو کر گزرتا ہے۔

مزید برآں، آپ کو مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ اور قاری عبدالرحمن پانی پتی سے بھی سندِ حدیث حاصل تھی، اساتذہ کی یہ وسیع سندیں آپ کی حدیثی عظمت کو مزید واضح کرتی ہیں۔

درسِ حدیث اور تلامذہ: ابتدائی زندگی میں مولانا تھانوی نے مدرسہ جامع العلوم کانپور میں باقاعدہ درسِ حدیث دیا، آپ کے فیض یافتہ شاگردوں میں کئی ممتاز

محدثین پیدا ہوئے، ان میں مولانا محمد اسحاق دوانی رحمہ اللہ کا نام نہایت نمایاں ہے، بعد میں جب آپ رحمہ اللہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون منتقل ہوئے تو درسِ حدیث کا باقاعدہ سلسلہ ختم ہو گیا، مگر علماء و محققین آپ سے اجازت و سندِ حدیث لیتے رہے، حتیٰ کہ مصر کے نامور محدث علامہ زاہد کوثری رحمہ اللہ نے بھی خط و کتابت کے ذریعے آپ سے اجازتِ حدیث حاصل کی۔

حدیثی تصانیف

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تصانیف کا دائرہ کار بہت وسیع ہے، آپ نے پانچ ہزار سے زائد احادیث کی شرح اور تبلیغ اپنے مواعظ و رسائل میں کی، اس کے علاوہ حدیث پر براہِ راست مستقل کتب بھی تصنیف فرمائیں، السبعۃ السیارۃ—اصولِ حدیث پر رسالہ، الثواب الجلی یہ کتاب ترمذی پر ایک باکمال ولاجواب حاشیہ ہے، المسک الذکی، یہ ایک اور اہم حاشیہ ہے، چہل حدیث پر بہت سے اکابرین نے اپنے اپنے مجموعے پیش کیے، لیکن حکیم الامت حضرت تھانوی نے چہل حدیث کے لیے صحیح مسلم کا انتخاب فرمایا، یہ حضرت تھانوی کا جمع کردہ پہلا حدیثی مجموعہ ہے جس میں صحیح مسلم کے صحیفۂ ہمام بن منبہ کی روایات کو جمع کیا۔

اِعلاء السنن

اہل علم وعرفان "اعلاء السنن" کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا سب سے بڑا کارنامہ بتاتے ہیں، معروف قلم کار جناب حکیم ظفر محمود لکھتے ہیں "۱۳۳۰ھ میں آپ رحمہ اللہ کو دلائل حدیثیہ للحنفیہ کے جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا تو "جامع الآثار" اور "تابع الآثار" دو رسالے تصنیف فرمائے، جن میں ابواب الصلوٰۃ تک وہ حدیثیں جمع کی گئیں جو حنفیہ کی دلیل ہیں، پھر تمام ابواب کے دلائل کا استیعاب کرنا چاہا اور "احیاء السنن" کے نام سے ضخیم کتاب ابواب الحج تک تالیف فرمائی، مگر جس

عالم کو اس پر نظر ثانی کے لیے متعین کیا گیا تھا، اس نے اپنی رائے سے اس میں اس قدر ترمیم و تنسیخ کر دی کہ مولانا کی تصنیف باقی نہ رہی بلکہ مستقل کتاب ہو گئی، اس لیے اس کی اشاعت ملتوی کر دی گئی اور حضرت رحمہ اللہ کے منشاء کے موافق دوبارہ اس مہم کام کو انجام دیا گیا، پندرہ سال سے کچھ زیادہ مدت میں ابواب الصلوٰۃ سے ابواب المیراث تک جملہ ابواب فقہیہ کے دلائل احکام حدیث سے جمع کر دیے گئے۔

یہ کتاب جس کا نام "اعلاء السنن" ہے بیس جلدوں میں تمام ہوئی ہے، ابتدا کی آٹھ جلدیں حرفاً حرفاً حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی نظر سے گزر چکی ہیں، بقیہ جلدوں میں مشکل اور مہم مقامات حضرت کے سامنے پیش کیے گئے ہیں، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کو اس کتاب کی تکمیل سے جس قدر مسرت ہوئی ہے اس کو لفظوں سے یہاں بیان نہیں کیا جا سکتا، فرماتے تھے "اگر خانقاہ امدادیہ میں اعلاء السنن کے سوا اور کوئی کتاب بھی تصنیف نہ ہوتی تو یہی کارنامہ اس کا اتنا عظیم الشان ہے کہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی"۔

اس میں صرف حنفیہ ہی کے دلائل حدیثیہ نہیں بلکہ متن کتاب میں احادیث مویدہ حنفیہ ہیں اور حواشی میں بڑی تحقیق اور تفتیش سے جملہ احادیث احکام کے استیعاب کی کوشش کی گئی ہے، پھر غایت انصاف کے ساتھ محدثانہ وفقیہانہ اصول سے جملہ احادیث پر کلام کیا گیا ہے، کوشش کی گئی ہے کہ ہر مسئلہ مختلف فیہا میں حنفیہ کے سب اقوال کو تلاش کیا جائے، پھر جو قول حدیث کے موافق ہوا اسی کو مذہب حنفی قرار دیا گیا۔

تحقیق کامل کے بعد پورے وثوق سے کہا جاتا ہے کہ جس مسئلہ میں حنفیہ کا ایک قول حدیث کے خلاف ہو گا تو دوسرا قول حدیث کے موافق ضرور ہو گا، یا کوئی حدیث یا آثار صحابہ ان کے قول کی تائید میں ہوں گے، آپ کو حیرت ہو گی کہ مسئلہ مصراۃ میں امام ابو حنیفہ کا ایک قول حدیث صحیح کے بالکل موافق ہے جس کو علامہ

ابن حزم نے محلی میں روایت کیا ہے، ''اعلاء السنن'' میں تقلید جامد سے کام نہیں لیا گیا، بلکہ تحقیق فی التقلید سے کام لیا گیا ہے، جس مسئلہ میں حنفیہ کی دلیل کمزور تھی وہاں صاف طور سے ضعف دلیل کا اعتراف کیا گیا اور دوسرے مذاہب کی قوت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ (ماخوذ از مقالہ مطبوعہ الحسن اشاعت خاص)

اعلاء السنن کی خوبیاں بے شمار اور امام ابو حنیفہ کی شان عالی کے مخالفین کے پیٹوں میں اٹھنے والے مروڑ اور سینوں پر رینگنے والے سانپوں کا کیا کہنا، اعلاء السنن اپنے ہاں ایک عالی مقام رکھتی ہے، لیکن اس کی ابتدا میں جو مقدمہ تحریر کیا گیا ہے وہ بھی ایک خاصے کی چیز ہے، حکیم ظفر محمود لکھتے ہیں ''اس میں حنفیہ کے اصول حدیث جمع کیے گئے ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ جن اصول میں حنفیہ عام محدثین سے منفرد ہیں ان میں بھی بعض محدثین ان کے موافق ہیں، پھر مقدمہ فتح الباری کی ایک طویل فصل کا خلاصہ لکھ کر ثابت کیا گیا ہے کہ امام بخاری جیسا محدث بھی بعض دفعہ حنفیہ کے اصول پر چلنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے، پس جب تک حنفیہ کے اصولِ حدیث سے پوری واقفیت حاصل نہ ہو جائے اُس وقت تک ان کی کسی دلیل کو کسی محدث کے ضعیف کہنے سے ضعیف نہیں کہا جا سکتا۔ (مقالہ مطبوعہ الحسن)

''اعلاء السنن'' حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی سب سے بڑی حدیثی خدمت اور عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا ہے، اس کی تصنیف کی تحریک خود حضرت رحمہ اللہ نے دی اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کو اس پر مقرر کیا، اس عظیم ذخیرے میں فقہ حنفی کے جملہ ابواب کو احادیث و آثار سے مدلل کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر دنیا کی واحد اور بے مثال تصنیف ہے۔

یہاں یہ بات عرض کر دوں کہ ''اعلاء السنن'' میں صرف حنفی دلائل ہی نہیں، بلکہ دیگر مذاہب کی روایات کا بھی انصاف کے ساتھ ذکر ہے، اگر کسی مسئلہ میں حنفیہ کی دلیل کمزور پائی گئی تو اسے تسلیم بھی کیا گیا اور دیگر دلائل کی قوت کو بھی اعتراف

کے ساتھ پیش کیا گیا، اس کتاب کا مقدمہ بذاتِ خود ایک مستقل ضخیم کتاب ہے جس میں اصولِ حدیثِ حنفیہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، علامہ زاہد کوثری رحمہ اللہ نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

"میں نے حدیثوں کے اس قدر جامع استقصاء اور ان پر بے لاگ محدثانہ کلام دیکھ کر حیرت محسوس کی، اس میں تعصب کا شائبہ تک نہیں، یہ مردانہ ہمت اور بہادرانہ استقلال کی روشن مثال ہے۔"

اعلاء السنن کی اہمیت کا اندازہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی فیوض الحرمین کی روشنی میں لگایئے تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے، حکیم ظفر محمود لکھتے ہیں" الحمد للہ اس کتاب کی تکمیل سے حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی وہ بات پوری ہو گئی جس کو انہوں نے فیوض الحرمین میں کبریت احمر و اکسیر اعظم بلایا ہے۔

{ کبریتِ احمر: سرخ گندھک، یعنی ایسا نایاب اور قیمتی خزانہ جسے حاصل کرنا بہت مشکل ہو، اکسیرِ اعظم: سب سے بڑی دوا / علاج، یعنی ایسی شے جو ہر چیز کو بہتر بنا دے یا جس سے کایا پلٹ ہو جائے، یہ دونوں اصطلاحات عام زبان میں نایاب، قیمتی اور معجزہ نما چیز کے معنی میں استعمال ہوتی ہیں۔ حدوٹی غفرلہ }

قالَ عَرَّفَنِی رَسُولُ اللهِ صلّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ اَنَّ فِی المَذهَبِ الحَنَفِیِّ طَرِیقَةٌ أَنِیقَةٌ هِیَ أَوفَقُ الطُّرُقِ بِالسُّنَّةِ المَعرُوفَةِ الَّتِی جُمِعَت وَنُقِحَت فِی زَمَانِ البُخَارِیِّ وَأَصحَابِهِ. وَذَالِكَ أَن یُؤخَذَ مِن أَقوَالِ الثَّلاثَةِ قَولُ أَقرَبِهِم بِهَا فِی المَسئَلَةِ، ثُمَّ بَعدَ ذَالِكَ یُتَّبَعُ اختِیَارَاتُ الفُقَهَآءِ الحَنَفِیِّینَ الَّذِینَ کَانُوا مِن أَهلِ الحَدِیثِ، فَرُبَّ شَیءٍ سَکَتَ عَنهُ الثَّلاثَةُ فِی الأُصُولِ وَمَا تَعَرَّضُوا لِنَفیِهِ، وَدَلَّتِ الأَحادِیثُ عَلَیهِ فَلَیسَ بِدٌّ مِن إِثبَاتِهِ، وَالکُلُّ مَذهَبٌ حَنَفِیٌّ۔

فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتلایا ہے کہ مذہب حنفی میں ایک طریقہ بڑا عمدہ ہے جو اس طریق سنت کے بہت زیادہ موافق ہے جو بخاری اور ان کے صحاب کے زمانہ میں مدون و منقح ہوچکا ہے،وہ یہ کہ (ائمہ) ثلاثہ ابو حنیفہ وابو یوسف و محمد رحمہم اللہ کے اقوال میں سے اس قول کو لیا جائے جو اس مسئلہ میں سب سے زیادہ حدیث کے قریب ہو، پھر ان فقہائے حنفیہ کے جو محدثین میں سے تھے، اختیارات کا تتبع کیا جائے، کیونکہ بعض مسائل ایسے بھی ہیں جن سے ائمہ ثلاثہ نے ظاہر روایت میں سکوت کیا ہے اور ان کی نفی سے تعرض نہیں کیا اور احادیث ان پر دلالت کر رہی ہیں، تو ان کو ثابت ماننا ضروری ہے اور یہ سب مذہب حنفی ہو گا (مذہب سے خارج نہ ہو گا)(فیوض الحرمین بحوالہ ماہنامہ الحسن اکتوبر ۱۹۸۷ء)

آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں ، وَهٰذِهِ الطَّرِيقَةُ إِن أَتَمَّهَا اللهُ تَعالَى وَأَكمَلَهَا فَهِيَ الكِبرِيتُ الأَحمَرُ وَالأَكسِيرُ الأَعظَمُ، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالی اس طریقہ کو پورا کر دیں تو وہ کبریت احمر اور اکسیر اعظم ہو گا۔

الحمدللہ یہ طریقہ کبریت احمر و اکسیر اعظم شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ ہی کے سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نوراللہ مرقدہ کے دور تجدید میں پورا ہو گیا، کیونکہ اعلاء السنن میں یہی کہا گیا کہ ائمہ ثلاثہ اور علمائے حنفیہ کے اقوال کا پورا تتبع کر کے جو قول حدیث کے زیادہ موافق ملا اسی کو مذہب (حنفی) قرار دیا گیا۔

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ اپنے ایک وقیع وموٴقر مقالہ میں حضرت تھانوی کے خوشہ چین حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور ان کی مرتب کردہ ”اعلاء السنن“ کے بارے میں لکھتے ہیں ”حکیم الامت کی ظاہری اور باطنی تربیت خاص سے حضرت مولانا عثمانی خدمت حدیث کے ایسے اعلیٰ اور ارفع مقام پر فائز تھے کہ وہ خود بھی سند المحدثین قدوۃ المحققین اور دیدہ ور باکمال علمائے کبار میں

شمار کیے گئے، حضرت مولانا مرحوم کی تحقیقات حدیث اور اصول حدیث جرح تعدیل اسنادی مباحث میں حضرت مولانا مرحوم کی تصنیفی خدمات کو سند کا درجہ حاصل ہے، جو علم حدیث کی خدمات کرنے والوں کے لیے راہنمائی اور مشعل راہ کا کام دے رہی ہیں، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے انفاس قدسیہ کا ہی فیضان اور حضرت والا ہی کے افاضات و افادات کا عکس تھا، جو بیس سال کی محنت شاقہ کا ثمرہ علم حدیث و فقہ کی جامع کتاب "اعلاء السنن" کی صورت میں حضرت مولانا مرحوم کے قلم سے ظہور پذیر ہوا، یہ کتاب اپنی وسعت اور جامعیت کے لحاظ سے چودھویں صدی کا بینظیر عظیم شاہکار ہے، اس کتاب میں گویا چودہ سو سالہ ذخیرہ حدیث و فر میں گویا چودہ سو سالہ ذخیرہ حدیث و فقہ کی تمام تحقیقات کا نو جمع کر دیا گیا ہے۔ (حکیم الامت بحیثیت محدث، ماہنامہ الحسن نومبر دسمبر ۱۹۹۸)

ہمارے اس مضمون میں ایک مصری عالم شیخ زاہد الکوثری المصری کا ذکر ہے، ان کی جلالت شان، مرتبہ اور مقام جاننے کی ضرورت ہے، الشیخ محمد زاہد بن الحسن الکوثری المصری (۱۲۹٦ھ / ۱۸۷۹ء، ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۲ء) بیسویں صدی کے مشہور و معروف عالمِ دین، محقق، محدث اور فقیہ تھے، ان کا تعلق ترکی کے علاقے دُوزجی سے تھا، لیکن علمی شہرت کی بنا پر "المصری" بھی کہلائے کیونکہ زندگی کا ایک بڑا حصہ مصر میں گزرا، دوزجی (اناطولیہ، ترکی)، ابتدائی تعلیم ترکی میں حاصل کی، پھر استنبول میں اعلیٰ دینی تعلیم پائی، دارالخلافہ عثمانیہ میں اعلیٰ دینی عہدوں پر فائز رہے۔ "نائب شیخ الاسلام" کے منصب تک پہنچے، ۱۹۲۴ء میں خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد ترکی میں دینی طبقے پر سختیاں ہوئیں، تو وہ ہجرت کر کے مصر چلے گئے اور آخری عمر وہیں گزاری۔

شیخ زاہد الکوثری مصری فقہ و کلام میں مہارت رکھتے تھے، مذہبِ حنفی کے بڑے مدافع اور ماہر فقیہ تھے، اصولِ فقہ، علمِ کلام اور عقائدِ اہلِ سنت پر گہری نظر

رکھتے تھے، حدیث و روایت پر عبور تھا، محدثین کی کتب پر حواشی اور تعلیقات لکھیں، متعدد قدیم مخطوطات کو تحقیق و تعلیق کے ساتھ شائع کروایا، ان کے قلم حقیقت رقم سے بہت سی تصنیفات منصہ شہود میں جلوہ گر ہوئیں، ان کی کتب و رسائل کی تعداد ٦٠ سے زائد بتائی جاتی ہے، ان میں سے اہم اور مشہور چند تصانیف کے اسماء یہ ہیں ① اللَّامَذهَبِيَّةُ قَنطَرَةُ اللَّادِينِيَّةِ (لادینیت کی طرف لے جانے والا دروازہ: لامذہبی) ② تَبدِيدُ الظُّلَامِ المخيم من نونية ابن القيم ③ الإشفاق على أحكام الطلاق ④ مقالات الکوثری یہ ان کے علمی مضامین کا گراں قدر مجموعہ ہے۔

شیخ زاہد الکوثری مصری نے بہت سی قدیم کتب پر مقدمات، حواشی اور تعلیقات بھی لکھیں جیسے، ① تأنيب الخطيب (امام سبکی) ② الانصاف في بيان أسباب الاختلاف (ابن السبکی) ③ فتح الباري لابن حجر کے بعض اجزاء پر تعلیق، ④ الاختيار لتعليل المختار وغیرہ۔

شیخ زاہد الکوثری مصری غیرت اسلامی سے معمور تھے، انہوں نے جہاں فقہ حنفی کا دفاع کیا، اسلام کی اشاعت و ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا، وہاں انہوں نے مسلم اہل قلم کی بعض تحریروں پر گرفت فرمائی ہے، وہ سخت لہجے کے نقاد سمجھے جاتے تھے، خصوصاً ابن تیمیہ، ابن القیم اور ان کے متبعین پر علمی نقد کیا، لامذہبی تحریک اور وہابیت کی علمی سطح پر تردید ان کی نمایاں خدمت ہے، علم و عرفان کے اس درخشاں آفتاب نے ١٩٥٢ء میں جان جان آفریں کے سپرد کی، دیار مصر میں خالق حقیقی سے جاملے اور وہاں ہی آسودہ خاک ہوگئے اور اپنے پیچھے اپنی عظیم علمی یادگاریں چھوڑ گئے۔

شیخ زاہد الکوثری المصری کے علمی مقام کا کیا کہنا اور کیا پوچھا، ان کو بیسویں صدی میں فقہ حنفی کے سب سے بڑے مدافع کہا جاتا ہے، ساتھ ہی وہ ایک عظیم

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ٢٠٢٥ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ٢٠٢٥ء

محقق تراث بھی تھے، جنہوں نے بہت سے نادر علمی ذخائر کو تحقیق وحاشیہ کے ساتھ محفوظ کیا، ان کی تحریروں کا اسلوب جاندار، مدلل اور بعض اوقات سخت جرحی (مباحثانہ) ہوتا تھا۔

یہی شیخ زاہد الکوثری ہیں جنہوں نے اعلاء السنن کی دس جلدوں پر نظر ثانی فرمائی تھی، پھر اس پر ایک جاندار، شاندار، جامع مانع اور کامل تقریظ سپرد قلم کی، جسے انہوں نے مصری مجلہ جریدۃ الاسلام میں شائع کروایا تھا، حکیم ظفر محمود نے ان کی اس تقریظ کا ایک پہرہ اپنے بیش قیمت مقالہ میں نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے

وَالْحَقُّ يُقَالُ إِنِّي دُهِشْتُ مِنْ هٰذَا الْجَمْعِ وَهٰذَا الِاسْتِقْصَاءِ، وَمِنْ هٰذَا الِاسْتِيفَاءِ الْبَالِغِ فِي الْكَلَامِ عَلَى كُلِّ حَدِيثٍ بِمَا تَقْضِي بِهِ الصِّنَاعَةُ مَتْنًا وَسَنَدًا، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَبْدُوَ عَلَيْهِ آثَارُ التَّكَلُّفِ فِي تَأْيِيدِ مَذْهَبِهِ، بَلِ الْإِنْصَافُ رَائِدُهُ عِنْدَ الْكَلَامِ عَلَى آرَاءِ أَهْلِ الْمَذَاهِبِ، فَاغْتَبَطْتُ بِهِ غَايَةَ الِاغْتِبَاطِ، وَهٰذَا تَكُونُ هِمَّةُ الرِّجَالِ وَصَبْرُ الْأَبْطَالِ، أَبْقَاهُ اللّٰهُ فِي خَيْرٍ وَعَافِيَةٍ، وَوَفَّقَهُ لِتَأْلِيفِ أَمْثَالِهِ مِنَ الْمُؤَلَّفَاتِ النَّافِعَةِ.

حق بات کہنا پڑتی ہے، میں تو اس طرح حدیثوں کے جمع کرنے، تلاش کرنے اور پوری طرح ہر حدیث کے متن وسند پر فن حدیث کے موافق مفصل کلام کرنے سے حیرت میں رہ گیا، پھر خوبی یہ ہے کہ اپنے مذہب کی تائید میں تکلف کے آثار کا نام ونشان نہیں بلکہ جملہ اہل مذاہب کی رایوں پر انصاف کو امام بنا کر کلام کیا گیا ہے، مجھے اس کتاب سے بے انتہا خوشی ہوئی، ہمت مردانہ اسے ہی کہتے ہیں اور بہادروں کا استقلال ایسا ہی ہوتا ہے، اللہ تعالی مؤلف کو خیر وعافیت کے ساتھ تا دیر سلامت رکھے اور اس جیسی اور نافع تالیفات کی توفیق دے، (آمین)

آپ نے غور فرمایا کہ دیارِ مصر میں جلوہ افروز ایک عظیم علمی ہستی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اس محنت شاقہ کو کس خوبصورت انداز میں خراج تحسین پیش کر رہی

ہے، پھر اعلاء السنن کی اہمیت وافادیت کو کس قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے، پھر ان کے تتبع، استقراء اور تلاش حدیث پر کیسا شاندار تبصرہ کرتی ہے، پھر ان کے مبنی برانصاف مؤقف کی کس طرح کھل کر اظہار کرتی ہے، یہ وہ سند ہے جو ہمیں اور ہمارے اکابر کو باقی لوگوں سے ممتاز و نمایاں کرتی ہے۔

یہی ہمارے حق وصداقت پر ہونے کی نشانی ہے کہ ہم کسی مذہبی تعصب و مسلکی عصبیت کے علمبردار نہیں ہیں بلکہ ہم قرآن وسنت کی سنہری وروشن تعلیمات کے نمائندے اور علمبردار ہیں، ہمیں قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بات گراں نہیں گزرتی کہ ہم کسی کے درست مؤقف کو بلاجھجک درست مان لیتے ہیں، اگر ہم کہیں اپنی ڈگر سے ہٹ جائیں یا ہٹنے امکان پیدا ہو جائے تو ہمیں اطلاع دی جائے کہ ہم یہاں چوک گئے ہیں تو ہمیں اپنے اس چوک و بھول کو درست کرنے میں بھی کبھی عار محسوس نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ حضرت تھانوی نے اپنی مسامحات ولغزشوں پر تنبہ کے بعد ترجیح الراجح لکھ کر دنیا کو محو حیرت کر دیا۔ الحمد للہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی علمی ودینی خدمات نہایت ہمہ گیر ہیں، آپ نے قرآن وسنت کی تشریح وتوضیح اور ان کے فہم وتدریس میں جو غیر معمولی صلاحیتیں بروئے کار لائیں، وہ تاریخ میں سنہرے حروف سے یاد کی جائیں گی، حدیث کے میدان میں آپ کی دو نمایاں کاوشیں فوائدِ مؤطا امام مالک اور المسلک الزکی ہیں، جن سے آپ کے علمِ حدیث پر عبور اور فنِ تطبیق میں گہری بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

فوائدِ مؤطا امام مالک

مدرسہ جامع العلوم کانپور کے زمانہ تدریس میں حضرت تھانوی نے طلبہ کو درسِ حدیث کے دوران مؤطا امام مالک پر نہایت قیمتی فوائد وتعلیقات درج فرمائے۔

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء

یہ فوائد انیتس (۲۹) صفحات پر مشتمل ہیں جنہیں مولانا ناظر حسن تھانوی نے جمع کیا۔ اس کی کتابت ۱۳۱۳ھ میں مکمل ہوئی، ان فوائد سے حضرت تھانوی کی وسعتِ مطالعہ، قوتِ استدلال اور طلبہ کو حدیث کے دقیق پہلوؤں سے روشناس کرانے کی حکیمانہ روش پوری طرح ظاہر ہوتی ہے۔

المسک الزکی

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی ایک اور اہم حدیثی خدمت ان کی تقریریں ہیں جو بعد میں المسک الزکی کے نام سے جمع کی گئیں۔ مولانا عبد القادر صاحب (مدرس و مفتی، دارالعلوم کبیر والا، ضلع خانیوال) نے ان پر حواشی و تعلیقات تحریر کیے اور ان کے بعض اہم پہلوؤں کی وضاحت کی۔

اس کتاب کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں اسلوب میں جامعیت اور اعتدال پایا جاتا ہے۔ تقریر کبھی عربی میں، کبھی فارسی میں اور کبھی اردو میں ہے۔ یہ تنوع علمی تفنن کے لیے نہایت خوشگوار ہے، فقہا کے مذاہب اور ان کے دلائل بقدرِ ضرورت ذکر کیے گئے ہیں، تفصیل اور طوالت سے احتراز کیا گیا ہے، بحث میں غیر ضروری تکلّف اور بناوٹ سے گریز کیا گیا ہے، کتبِ حدیث کی مشہور شروح مثلاً شرح ترمذی، مرقات، فتح الباری، مرقاۃ الصعود اور قاموس وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے، اشکالات کا علمی و مدلل جواب دیا گیا ہے، جگہ جگہ نکات و لطائف بیان ہوئے ہیں جو فہم کو مزید جِلا بخشتے ہیں، حسبِ موقع اسانید پر بھی بحث کی گئی ہے، اہلِ بدعت اور منکرینِ فقہ کا ردّ موجود ہے، متعارض احادیث کے مابین تطبیق اور رفعِ تعارض کی کوشش کی گئی ہے، وہ احادیث جو بظاہر مذہبِ احناف کے خلاف معلوم ہوتی ہیں، ان کی نہایت موزوں توجیہ بیان کی گئی ہے تاکہ حدیث اور فقہِ حنفی میں کوئی تصادم نہ رہے۔ (مستفاد من مقالہ شیخ عبد الشکور ترمذی، مطبوعہ ماہنامہ الحسن ایضاً)

ان دونوں علمی کارناموں سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی نے نہ صرف حدیث کے ذخیرے سے استفادہ کیا بلکہ اس کی تدریس، شرح اور تطبیق میں بھی غیر معمولی بصیرت کا مظاہرہ فرمایا۔ آپ کی یہ خدمات برصغیر کے علمی و دینی ذخیرے کا قیمتی سرمایہ ہیں اور آج بھی اہلِ علم و طلبہ کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

حدیث اور تصوف

حضرت تھانوی نے تصوف کے باب میں بھی احادیث کا گہرا استفادہ کیا، آپ نے تصوف کے مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں مدون کیا اور کتاب التعرف باحادیث التصوف میں احادیثِ تصوف کو جمع کرکے یہ ثابت کیا کہ صحیح اسلامی تصوف صرف اور صرف قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے۔

اسی طرح آپ نے مسائل السلوک کو آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں مرتب کیا، اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کا سارا روحانی نظام کتاب و سنت پر قائم تھا اور آپ نے تصوف کے غیر اسلامی ماخذ کو بالکلیہ رد کیا۔

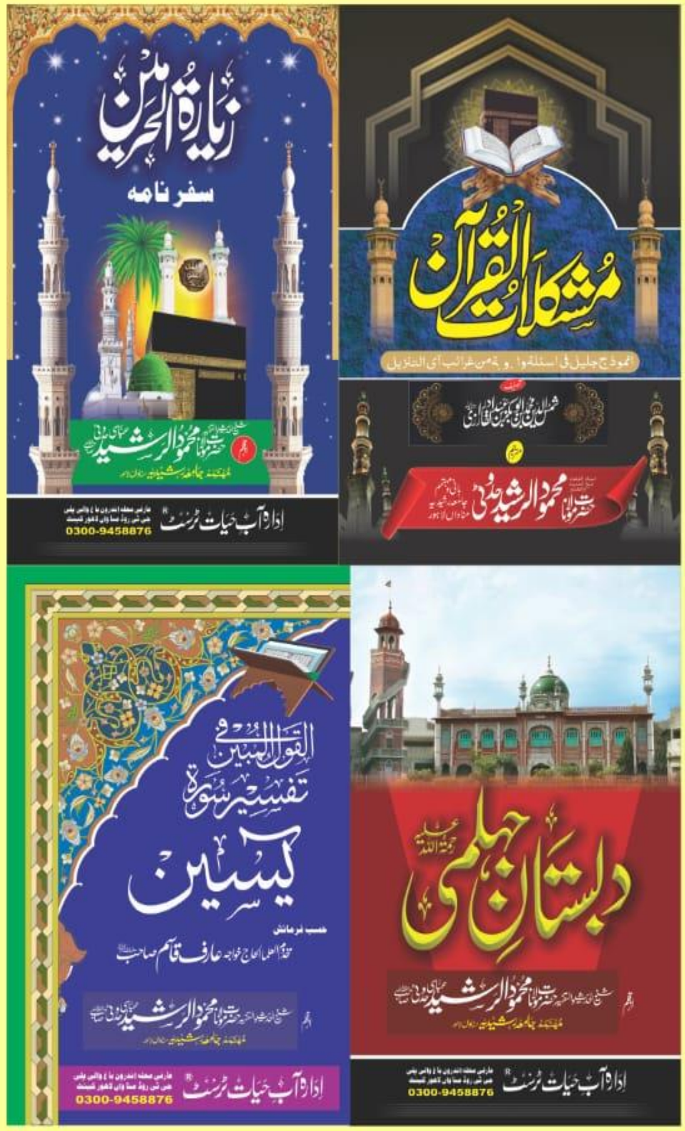
حکیم ظفر محمود لکھتے ہیں "حضرت حکیم الامت نے ایک طرف مذہب حنفی کو احادیث کی روشنی میں منقح فرمایا اور دوسری طرف مسائل سلوک و تصوف کو قرآن کی آیات کثیرہ سے مجتہدانہ شان کے ساتھ مدوّن فرمایا، جس کا نام مسائل السلوک ہے، پھر احادیث تصوف کو کتاب "التعرف باحادث التصوف" میں جمع فرمایا اور دنیا کو بتلادیا کہ صحیح اسلامی تصوف صرف قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے، اُس کا کوئی مسئلہ بھی کسی غیر اسلامی مأخذ سے لیا ہوا نہیں ، التعرف سے پہلے احادیث تصوف میں مستقل کتاب سننے میں نہیں آئی ،الحمد للہ اس کتاب نے صحیح اسلامی تصوف سے مسلمانوں کو روشناس کردیا ہے"(ماہنامہ الحسن اکتوبر ۱۹۸۷ء اشاعت خاص)

حضرت تھانوی کی حدیثی خدمات تین بڑے دائرے میں سمٹتی ہیں، درس و تدریس، شاگردوں کی ایک بڑی جماعت تیار کی، تصنیف و تالیف، مواعظ، رسائل اور مستقل کتب میں ہزاروں احادیث کی تشریح کی، اعلاء السنن، فقہ حنفی کو احادیث کی روشنی میں مضبوط بنیادوں پر استوار کیا، یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ حکیم الامت نے حدیث کو صرف درس و تدریس تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے تصوف، فقہ، اور اصلاحِ امت کے تمام شعبوں میں زندہ و کارآمد بنادیا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی حدیثی خدمات برصغیر کی علمی تاریخ میں سنہری باب کی حیثیت رکھتی ہیں، آپ نے نہ صرف حدیث کو محفوظ کرنے اور پڑھانے میں حصہ لیا بلکہ فقہ اور تصوف کے میدان میں بھی حدیث کو بنیاد اور معیار بنایا، اعلاء السنن جیسے یادگار کارنامے نے یہ حقیقت ثابت کردی کہ فقہ حنفی اور سنتِ نبوی میں کوئی تضاد نہیں، بلکہ وہ ایک دوسرے کے عین مطابق ہیں، یوں کہا جاسکتا ہے کہ حکیم الامت کی حدیثی خدمات، ان کی مجددانہ شان اور دینی بصیرت کا سب سے بڑا ثبوت ہیں۔

حکیم الامت کے شب و روز قرآن و حدیث کی اشاعت و ترویج میں گزرے، قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کی صداؤں میں گزرے، یہ سلسلہ خیر ان کی حیات مبارکہ میں بھی تسلسل سے جاری و ساری رہا اور ان کے وصال و انتقال کے بعد بھی تسلسل سے جاری و ساری ہے، مدارس کی مسندیں ہوں یا مساجد کے منابر سب پر ان کا فیضان جاری ہے، مصنفین کی تصانیف، مقررین کی تقاریر، مؤلفین کی تالیفات اس وقت تک ادھوری ہیں اور رہیں گی جب تک ان میں حضرت تھانوی کے فیوضات سے استفادہ دکھائی نہیں دے گا، ماضی قریب میں جتنا کام اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا یہ انہی کا نصیبہ اور حصہ تھا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، ذریعہ بخشش و نجات بنائے۔

طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء



طباعت اول حصہ اول: اکتوبر ۲۰۲۵ء۔ طباعت اول حصہ دوم: نومبر ۲۰۲۵ء